new text

از ـــــ محمد یونس

نام کتاب __________ مقالاتِ یونس

مصنف __________ محمد یونس

صفحات__________180

کمپوزنگ________ محمد یونس

ناشر ___

پرنٹنگ ___ پیرز پرنٹنگ ایجنسی نوگام اننت ناگ ،کشمیر

سنہ اشاعت _____جون، 2024

تصحیح متن Emendation______مسز نیلوفر علی ، پرنسپل ایچ – ای- ای-اے یور خوشی پورہ قاضی گنڑ ،اننتناگ ، کشمیر

تعداد______100

قیمت ____ Rs300

انتساب

اپنی پیاری بیوی کے نام جس نے

صُعُوبت میں بھی میرا ساتھ نہ چھوڑا

فہرست	صفہ نمبر

تمہید

چونکہ ادب کے سبھی شائیقین اس بات سے بہ خوبی واقف ہوں گے کہ لفظ ادب کیا ہے اور اس کا مقصد کیا ہے ۔ جب وہ یہ جانتے ہوں گے کہ ادب اور اسکا مقصد کیا ہے تب تو وہ ادب کی زمرہ بندی اور توضیع یا تقسیم کاری کے بارے میں بھی پوری طرح سے جانتے ہوں گے ۔ ادب کے بارے میں مجنوں گورکھپوری اپنی کتاب" ادب اور زندگی" کے صفہ نمبر 38 پر یوں فرماتے ہیں ۔ "جب تک موجود میں ممکن ،واقعہ میں تخیل ،حال میں مستقبل کا عنصر داخل نہ ہو ادب وجود میں نہیں آتا "۔ یہی وجہ ہے کہ صحافت کو ادب کا درجہ نہیں دیا جا سکتا ۔ کیونکہ ادب کے برعکس

صحافت کے موضوعات وقتی اور ہنگامی ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسلوب و اظہار کی ادبیت بھی ان موضوعات کی عمر طبعی ختم ہو جانے کے بعد ان صحافتی تحرروروں کو زندہ نہیں رکھ سکتی ۔ لیکن اسکے یہ معنی بھی نہیں کہ فنکار ابدیت حأصل کرنے کی غرض سے اپنے آپ کو دوستی، محبت، مامتا، حسد ، رقابت اور جنگ جیسے موضوعات تک محدود کر لے اور کسی ایسے مسلے سے اعتنابی نہ کرے جو اسکے اپنے دور کا مسئلہ ہو۔ ایسے مسائل کو بھی کامیابی کے ساتھ پائدار ادب کا موضوع بنایا جا سکتا ہے بشرطیکہ فنکار ان ہنگامی موضوعات کا کسی ابدی موضوع سے کوئی رشتہ ڈھونڑنکالے۔

صحافت غیر ادبی اسلئے بھی ہے کیونکہ۔

الف ۔ غیر ادبی تحریر کا بنیادی مقصد معلومات کی ترسیل ہے ۔ ادبی تحریروں کا بنیادی مقصد مسرت بخشی اور حسن آفرینی ہے ۔

ب۔ غیر ادبی تحریریں کسی ہیت کی پابند نہیں ہوتیں ۔ جب کہ ادبی تحریر کے لئے کسی ہیت کا پابند ہونا لازم ہے ۔

ج۔ غیر ادبی تحریر تخیل سے گریز کرتی ہے ۔ جبکہ سید وحید اشرف کچھو چھوی (اردو زبان میں نعت گوئی کا فن ، ص : 4) کا کہنا ہے کہ ذہنی کاوش سے تشبیہ و استعارے کی ندرت شاعر کے تخیل اوراس کے خوش فکر طبیعت کی عکاسی کرتے ہیں ۔" گویا ادبی تحریرکا کاسہ تخیل سے سر شار ہوتیہوتا ہے ۔

د۔ غیر ادبی تحریر جذبات کو برانگیختہ کرنے سے انحراف کرتی

ہے ۔ ادبی تحریر جذبے سے اعتنا کرتی ہے اور جذبے کو اپیل کرتی ہے ۔

صاحبِ "کشاف تنقیدی اصطلاحات" (بحوالہ ڈاکٹرسعید عبداللہ) ادب کے بارے میں کچھ اسطرح فرماتے ہیں ۔
" ادب وہ فن لطیف ہے جس کے ذریعے ادیب جذبات و افکار کو اپنے خاص نفسیاتی و شخصی خصائص کے مطابق نہ صرف ظاہر کرتا ہے بلکہ الفاظ کے واسطے سے زندگی کے داخلی اور خارجی حقائق کی روشنی میں انکی ترجمانی و تنقید بھی کرتا ہے اور اپنے تخیل اور قوت مخترعہ سے کام لے کر اظہار و بیان کے ایسے مؤثر پیرائے اختیار کرتا ہے جن سے سامع و قاری کا جذبہ و تخیل بھی تقریباً اسی طرح متاثر ہوتا ہے جس طرح خود ادیب کا اپنا تخیل اور جذبہ متاثر ہوا ۔

"غالب نے درج ذیل کے شعر سے اسکی کیا خوب ترجمانی کی ہے ۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے۔

بہترین یا عمدہ ادب پارے کے بارے میں سید اشرف وحید کچھوچھوی اپنی تصنیف (اردو زبان میں نعت گوئی کا فن اور تجلّیات) کے صفہ نمبر 7 پر اسطرح رقمطراز ہیں ۔ " اگر اشعار ،ان کا موضوع خواہ کچھ بھی ہو ، دلوں کو متاثر کریں اور ذہن محظوظ ہو تو یقیناً وہ ادب پارے ہیں اور انہیں ادبی مقام ملنا چاہئے ۔

ادیب کو ادب پارہ یا فن پارہ تیار کرتے ہؤے تین اہم مقاصد زیر نظر ہونے چاہئے ۔

الف ۔ تخلیقی صلاحیت

Power to create

ب۔ صلاحتِ مسرت بخشی
Power to enjoy
ج - صلاحیت تنقید
Power to Criticize
شاعر اور ادیب لکھتے ہیں تا کہ لوگ اسے پڑھیں ۔ ہر

ادب پارہ نظم ہو یا نثر - بالآخر باذوق سامعین و قارئین

ہی کے لیے تخلیق کیا جاتا ہے۔ اگر ادیبادب برائے مسرت کا

قائل ہے تو ظاہر ہے کہ قارئین و سامعین کا ایک حلقہ ہے، جسے وہ

مسرت بہم پہنچانا چاہتا ہے۔ اگر وہ ادب برائے اخلاق کا قائل

ہے تو گویا وہ اپنے سامعین و قارئین کے اخلاق کو بہتر سطح پر لانا

، چاہتا ہے ۔ اگر وہ ادب سے سیاسی سماجی، اقتصادی یا مذہبی

اصلاح کا کام لینا چاہتا ہے تو بھی
ظاہر ہے کہ کچھ لوگوں کی

سیاسی، سماجی، اقتصادی یا مذہبی
اصلاح اس کا مقصود ہے۔ اگر

، اس کا مقصد زندگی کی ترجمانی
تنقید، تغییر یا تشریح ہے تو بھی

ادیب کچھ لوگوں کے لیے زندگی کا
ترجمان ، نقاد، مفسر یا شارح

بن کر سامنے آئے گا اور اگر اس کا
مقصد محض اپنی باطنی گہرائیوں

کو کھنگالنا ہے تو بھی وہ اپنی
خواصی کے نتائج اپنے سامعین و

قارئین ہی کے لیے مرتب کرتا ہے۔
ورنہ اپنے تجربات کو الفاظ کا

جامہ پہنانے ، اپنی واردات کو ادبی
سانچوں میں ڈھالنے اور

بالآخر انھیں شائع کرنے کا جواز ہی
کیا ہے

چونکہ علمائے ادب کا نثر کی کسی تعریف پر اتفاق نہیں اور اس کے اجزائے ترکیبی کی بحث بھی نتیجہ خیز ثابت نہیں ہو سکی

اس لیے محتاط نقادوں نے نثر کی تعریف کی بجائے نظم اور نثر کے فاصلوں سے بحث کی ہے تاکہ نثر کی حدود واضح ہو سکے۔ نظم کی دنیا میں جذ بہ صاحب خانہ ہے جبکہ جذ بہ نثر میں

ایک عارضی مہمان کے طور پر آتا ہے۔ نظم بنیادی طور پر دل کی

گہرائیوں سے اور نثر ذہن کی وسعتوں سے تعلق رکھتی ہے۔ نظم

میں زندگی تخیل کے عمل سے گزر کر آب و رنگ پاتی ہے جبکہ نثر

قطعیت کے تقاضوں کے باعث منطق کی اسیر ہے۔ نثر ہماری

معلومات میں اضافہ کرتی ہے اور
نظم ہماری آگہی میں اضافے کا
باعث ہوتی ہے۔ نظم حسی پیکروں کا
سہارا لیتی ہے اور نثر موجود
حقائق سے اعتنا کرتی ہے۔ نظم میں
مواد کی تخلیق ہوتی ہے اور نثر
میں مواد کی تعمیر، نظم کا مقصد ہے
غرض مسرت اور نثر کا مقصد کسی
غرض کی تکمیل۔ نظم کا موضوع
ادبی ہوتا ہے اور نثر کا موضوع بسا
اوقات ادبی نہیں ہوتا۔ نثر لفظوں ،
فقروں اور جملوں کی منطقی اور
نحوی ساخت پر اصرار کرتی ہے۔
نظم میں ان سے انحراف روارکھا
جاتا ہے جو حسن کا باعث بنتا ہے۔
بقولہ سید وحید اشرف کچھوچھوی
(اردو زبان میں نعت گوئی کا فن اور
تجلّیات ، ص: 7) شعر میں لفظوں کا

انتخاب، ان کی نشست ، کفایتِ لفظ
وغیرہ کے نتیجہ میں وہ تاثر پیدا ہوتا
ہے جو نثر میں نہیں ہوتا ۔
نظم کے لیے کسی نہ کسی شکل میں
عروضی اوزان کی پابندی لازم ہے
جبکہ نثر پر ایسی کوئی پابندی
عائد نہیں ہوتی۔ بعض اوقات نظم کی
تاثیر سے فائدہ اُٹھانے کے
لیے نثر نگار بھی جذبہ اور تخیل سے
کام لیتا ہے۔ ایسی نثر شاعرانہ
نثر کہلاتی ہے ۔
(POETIC PROZE)
الف (وہ نثر جس میں تخیل اور جذبات
کی فراوانی ہو شاعرانہ نثر
کہلاتی ہے۔
ب (بعض اوقات اس رنگین نثر کو
بھی شاعرانہ نثر کہہ دیا

جاتا ہے جسمیں ادیب ادبی حسن اور شان پیدا کرنے کے لئے شاعرانہ معاونات اظہار(استعارات و کنایات ، تجنیس و ترصیع ، سجع و قافیہ
- وغیرہ) سے کام لیتا ہے

ریاضی ، سائنس ، فلسفہ اور عام کاروباری معاملات

سے متعلق تحریریں خالص نثر کی نمائندگی کرتی ہیں۔

نثر کی اقسام – نثر کی چار قسمیں ہیں :-

نثر عاری :- نثر عاری کی اصطلاح نثر مقفی اور نثر مرجز کے مقابےمیں وضع کی گئی تھی ۔اور اس سے مراد لی جاتی تھی وہ نثر جو وزن اور قافیہ کی قیدوں سے عاری یا آزاد ہو ۔ جب نثر کی دنیا میں سجع و قافیہ کا سکہ چلتا تھا اور مقفی اور مسجع نثرہی کو صحیح

ادبی نثر سمجھا جاتا تھا ۔اس وقت نثر کا صحیح آہنگ رکھنے والی نثر کو نثر عاری جیسا نام ہی دیا جا سکتا تھا ۔ جدید نقطہ نظر کے مطابق نثر عاری ہی صحیح معنوں میں ادبی نثر ہے ۔

نثر مرجز :- اگر نثر میں شعر کا وزن تو ہو مگر قافیہ نہ ہو۔ تو ایسی نثر کو نثر مرجز کہا جاتا ہے ۔

نثر مسجع:- بعض حضرات کے نزدیک نثر مقفی اور نثر مسجع ہم معنی اصطلاحات ہیں ۔ لیکن بعض علمائے ادب نثر مسجع کو نثر مقفی سے مختلف جانتے ہیں ۔ ان کے خیال میں صنعت توصیع اگر نثر میں واقع ہو ۔ یعنی دو فقروں یا جملوں کے تمام یا بیشتر الفاظ علی الترتیب وزن اور قافیہ میں متفق ہوں ۔ تو ایسی نثر کو نثر مسجع کہا جائے گا ۔

نثر مقفی :- ایسی نثر جس میں قافیہ ہو مگر وزن نہ ہو۔ اصطلاح میں نثر مقفی کہلاتی ہے -

اصناف نثر ۔

ماہئیت، ساخت، عناوین اور مقاصد کے لحاظ سے نثری ادب کو
مختلف اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔
نثری ادب کی چیدہ چیدہ اصناف
درج ذیل ہیں۔

آپبیتی،جگ بیتی ناول کہانی ،
داستان یا قصہ
ڈراما فلم پیروڈی ،

سفرنامہ سوانح حیات ناولیٹ •

، افسانہ افسانچہ •خاکہ ، مقالہ کالم

انشائیہ

چونکہ یہاں انشائیہ اور مقالہ پہ بحث کیا جائے گا ۔ کیونکہ میری پیش نظر کتاب مقالات یونس میں یا تو انشائیہ قاری یا سامع کو ملیں گے یا مقالے ۔ باقی خود قارئین یا سامعین اس بات

کا فیصلہ کریں گے کہ فن پارہ مقالہ ہے یا انشائیہ ۔ پہلے تو انشائیہ کو ہی دیکھ لیں گے ۔

ریختہ لغت کے حوالے سے انشائیہ وہ مختصرادبی مضمون ہے جسمیں ذاتی تاثرات بیان کئے جائیں اور تحقیقی و استدلالی نہ ہو۔

انشائیہ :انشائیہ کے لغوی معنی عبارت "کے ہیں۔ انشائیہ نثری ادب" کی وہ صنف ہے جو مضمون کی مانند لگتی ہے مگر مضمون سے الگ انداز رکھتی ہے۔ انشائیہ میں انشائیہ نگار آزادانہ طور پر اپنی تحریر پیش کرتاہے، جس میں اس کی شخصیت کا پہلو نظر آتا ہے۔ کسی خاص نتیجہ کے بغیر بات کو ختم کرتا ہے، یعنی نتیجہ کو قاری پر چھوڑ دیتا ہے۔ مشہور انشاء پروازوں میں محمد حسین

آزاد، سرسید احمد خان، ابو الکلام آزاد، مرزا فرحت اللہ بیگ، پطرس بخاری، خواجہ حسن نظامی، رشید احمد صدیقی، ابن انشاء وغیرہ مشہور ہیں۔

خصوصیات

انشائیہ میں یہ خصوصیات پائی جاتی ہیں

- دلچسپ بیانی
- قاری کو منطق اور استدلال پر مرعوب کرنا
- خوشگوار استعجاب
- تیکھا نظریہ
- اندازِ غیر رسمی

M H Abrams اپنی تتصنیف " A Glossary of Literary Terms

میں Essay کے بارے میں کچھ اس طرح کہتے ہیں -

Essay.

Any short composition in prose that undertakes to discuss a matter,

express a point of view, persuade us to accept a thesis on any subject, or sim-

ply entertain. The essay differs from a "treatise" or "dissertation" in its lack of

pretension to be a systematic and complete exposition, and in being ad-dressed to a general rather than a specialized audience; as a consequence, the essay discusses its subject in nontechnical fashion, and often with a liberal use of such devices as anecdote, striking illustration, and humour to augment its appeal.

A useful distinction is that between the formal and informal essay. The

formal essay, or article, is relatively impersonal: the author writes as an authority, or at least as highly knowledgeable, and expounds the subject in an orderly way. Examples will be found in various scholarly journals, as well as among the serious articles on current topics and issues in any of the magazines addressed to a thoughtful audience-Harper's, Commentary, Scientific

American, and so on. In the informal essay (or "familiar" or "personal essay"),

the author assumes a tone of intimacy with his audience, tends to deal with

everyday things rather than with public affairs or specialized topics, and

writes in a relaxed, self-revelatory, and sometimes whimsical fashion. Accessi-

ble modern examples are to be found in any issue of The New Yorker.

The Greeks Theophrastus and Plutarch and the Romans Cicero and Seneca wrote essays long before the genre was given what became its standard name by Montaigne's French Essais in 1580. The title signifies "attempts" and was meant to indicate the tentative and unsystematic nature of Montaigne's commentary on topics such as "Of Illness" and "Of Sleeping," in contrast to formal and technical treatises on the same

subjects. Francis Bacon, late in the sixteenth century, inaugurated the English use of the term in his own Essays; most of them are short discussions such as "Of Truth," "Of Adversity," "Of Marriage and the Single Life." Alexander Pope adopted the term for his expository compositions in verse, the Essay on Criticism (1711) and the Essay on Man

(1733), but the verse essay has had few important exponents after the eighteenth century. In the early eighteenth century Joseph Addison and Sir Richard Steele's Tatler and Spectator, with their many successors, gave to the essay written in prose its standard modern vehicle, the literary periodical (earlier essays had been published in books). In the early nineteenth century the founding of new types of magazines,

and their steady proliferation, gave great impetus to the writing of essays and made them a major department of literature. This was the age when William Hazlitt, Thomas De Quincey, Charles Lamb, and, later in the century, Robert Louis Stevenson brought the English essay--and especially the perSonal essay-to a level that has not been surpassed. Major American essayists in the

nineteenth century include Washington Irving, Emerson, Thoreau, James Russell Lowell, and Mark Twain. In our own era the many periodicals pour out scores of essays every week. Most of them are formal in type; Virginia Woolf, George Orwell, E. M. Forster, James Thurber, E. B. White, James Baldwin, Joan Didion, Susan Sontag, and Toni Morrison, however, are notable twentieth-century practitioners of the informal essay.

See Hugh Walker, The English Essay and Essayists (1915, reprinted 1923); Robert Scholes and Carl H. Klaus, Elements of the Essay (1969); John Gross, ed., The Oxford Book of Essays (1991); Wendy Martin, ed., Essays by Contemporary American Women (1996). W. E. Bryan and R. S. Crane, eds., The English Familiar Essay (1916), has an informative historical introduction to this literary form.

صاحب کشاف تنقیدی اصطلاحات میں مقالہ Article کے بارے میں اسطرح بیان کرتے ہیں ۔ مقالہ وہ جامع نثری مضمون ہے ۔ جس میں کسی خاص موضوع پر عالمانہ تحقیق و تنقید کی گئی ہو ۔

مقالہ کے لغوی معنی بات اور گفتگو کے ہیں۔ اصطلاح میں کسی خاص موضوع پر علمی، تحقیقی، ادبی و اخلاقی انداز میں حقائق کے ساتھ درست تحریری اظہار کو مقالہ کہا ،جاتا ہے۔ مقالہ جات میں تحقیقی تنقیدی، ادبی و اخلاقی نوعیت کی زبان استعمال ہوتی ہے۔
مقالے میں سنجیدہ اور عالمانہ بحث ہوتی ہے۔ یہ عام قارئین کے لیے نہیں بلکہ خاص لوگوں کے لیے

لکھا جاتا ہے۔ مقالہ میں کسی بات کے ثبوت کے لیے باقاعدہ تحقیق کر کے درست حوالے دیے جاتے ہیں اور ان پر مدلل بحث کر کے نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔ عام طور پر مقالہ جات عام مضامین سے تھوڑے یا زیادہ طویل ہوتے ہیں اور مقالہ کو مضمون بھی کہہ سکتے ہیں۔

یہ تھی نثری ادب بالعموم اور انشائیہ اور مقالہ بالخصوص کے بارے میں تفصیل سے کچھ گفتگو ۔ میں نے بھی اپنی طرف سے کچھ مقالے یا انشائیے تحریر کئے ۔ جن کا تذکرہ بلا تاخیر کرنا چاہتا ہوں ۔

باقی و سلام

خاکسار

محمد یونس

اظہار تشکر

مجے اس بات پہ فخر محسوس ہوتا ہے کہ مجھے ایسے اتالیق سے تلمّذ حاصل ہونے کا موقع ملا جنہوں نے اپنا قیمتی وقت صرف کر کے مجھ نا چیز پہ بھر پور دھیان دیا ۔اللہ انہیں اجر جذیل عطا فرمایئں ۔اللہ انہیں عسیر الفہم سے دور اور سریع الفہم سے قریب کر دے۔ میں ہمیشہ اپنے اساتذہ کا ممنون رہوں گا ۔ انہوں نے میری غلطی کی تصحیح کی اورمجھے اپنے عمدہ مشوروں سے نوازا۔ یہ تو صحیح ہے کہ کوئی بھی کام پیہم محنت کے بغیر پائہ تکمیل تک نہیں پہنچا یا جا سکتا ۔ لیکن جس عرق ریزی کے ساتھ میں نے یہ کام اپنے بلند پایہ اساتذہ کی بدولت سر انجام دیا ۔ اسکے لئے میں اپنے اساتذہ کا بہت ہی احسان مند رہوں گا ۔

باقی وسلام

ناشاد

محمد یونس

استاد کی ذمہ

داریاں

استاد اصل میں فارسی لفظ
ہے ۔اسکا عربی لفظ استاذ ہے
۔جسکا جمع اساتذہ ہے ۔با الفاظ
دیگر استاد کو معلم بھی کہا جا
سکتا ہے ۔ جیسے شاگرد کو تلمیذ
یا متعلم بھی کہا جا سکتا ہے ۔ اب
اگر استادوں کا استاد ہو تو اسے
استاذ الاستاذ کہا جاتا ہے ۔ اب اگر
ازل سے استاد ہو تو وہ استادِ ازل
کہلائے گا ۔وہ تو صرف اللہ تعالی
ہے ۔ استاد ازل ہمیشہ ہمیشہ کا
استاد ہے ۔ الغرض لفظ استاد بہت
سارے ناموں سے جانا جاتا ہے
جیسے اتالیق ، اتابک ، اخوند

وغیرہ ۔استاد کا معنی ہم نے ان
لفظوں میں لیا ہے کہ وہ کسی کو
تعلیم سے روشناس یا آگاہ کریں۔
ٹھیک ہے وہ یہ کام بخوبی انجام
دیں۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے
کہ استاد کو روزانہ کم از کم دو
تین گھنٹے مطالعہ کرنا چاہئے ۔اگر
بلگیٹس کو دیکھا جاۓ تو وہ ہفتے
میں ایک اور سال میں پچاس
کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے۔ اگر
استاد خود مطالعہ نہیں کرتا ہے
۔تو میرے خیال سے وہ سوکھے
ہوۓ درخت کی مانند ہے جو آہستہ
آہستہ سے خاک کی طرح بوسیدہ
ہو جا تا ہے ۔ جنگلوں میں ایسے
گرے پڑے درخت دیکھنے کو
بہت مل جائیں گے ۔ استاد قوموں

کا ایک معمار ہوتا ہے ۔ اس سے
قوم سنور بھی جاتے ہیں ۔ اور
بگڑھ بھی جاتے ہیں ۔یہ تو ہم
سبھی جانتے ہیں ۔کہ استاد سے
قوم سنورتے ہیں ۔ لیکن یہ کیسے
ممکن ہے کہ اس سے کوئی قوم
بگڑھ بھی سکتی ہے ۔ جب استاد
نے خود محنت نہیں کی اور بچوں
کو وہ نہیں ملا ۔ جس سے انکو
فیض یافتہ ہونا تھا ۔ممکن ہے کہ
بچے یا شاگرد اصل علم سے مفر
ہو جائیں گے ۔ جب استاد ایسے ہی
بلا تیاری کلاس روم میں جائے گا ۔
پہلے تو اسکو خود دن میں تارے
نظر آ جائیں گے ۔پھر تو بچوں کا
کیا حال ہو گا۔ یہ تو خدا ہی جانے
۔ایسے میں ایک استاد اگر جفا کش

نہیں ہوتا ہے ۔تو میرے خیال سے
وہ بے مصرف چراغ ہونے کے
علاوہ کچھ بھی نہیں۔ یہاں مجھے
علامہ اقبالؒ کا ایک شعر یاد آگیا
۔وہ فرماتے ہیں ۔

بے محنت پیہم کوئی جوہر نہیں
کھلتا
روشن شرر تیشہ سے ہے خانہ
فرہاد

استاد کے اوپر جو ذمہ داریاں
میرے خیال سے نافذ یا عاید ہوتی
ہیں وہ کچھ اسطرح ہیں ۔

الف ۔طلبہ میں مطالعہ کا ذوق پیدا
کرنا
ب۔ خود ہر روز مطالعہ کرنا
ج۔ کردار و گفتار میں تجہیز
د۔ علم اور تجربے سے آراستہ

ہ۔شاگردوں کے ساتھ مشفقانہ

رویہ اختیار کرنا تاکہ وہ استاد

سے بلا ججک کوئی سوال

پوچھے ۔اب یہ بھی تو ضروری

نہیں کہ استاد کے پاس سب چیزوں

کا علم ہو ۔لیکن اسکو کہنا چاہئے

کہ اس سوال کا جواب آپکو کل مل

جائے گا ۔ لیکن ایک استاد کو یہ

بھی یاد رکھنا چاہئے کہ

Delays are dangerous

یاProcrastination is the thief of

time . اس سے وہ استاد نا قابل تو نہیں ہوا

بلکہ اس نے محنت کر کے بچوں کو کل آکے

جواب دینا ہے ۔ وہ تو کوئی ولی بھی نہیں

ہے کہ اسکو الہام

(Intuition)

(as Burgson rightly says intuition is only a higher kind of intellect.)

ہو سکے ہاں وہ تو وحی کو چھوڑ کے ذاتی محسوسات یا جسمانی مشاہدہ و تجربہ، وجدان، اسناد و روایات اور عقل کے ذریعے حقیقت سے آگاہی حاصل کر سکتا ہے ۔ جیسے صاحب کشاف تنقیدی اصطلاحات، عقلیت Rationalism

کے بارے میں صفحہ نمبر 170 پر رقمطراز ہیں ۔ مختلف لوگ حقیقت کو سمجھنے کے لئے مختلف ذرائع پر اعتماد کرتے ہیں ۔حقیقت سے آگاہی حاصل کرنے کے ذرائع یہ ہیں ۔

الف ۔ ذاتی محسوسات یا جسمانی تجربہ و مشاہدہ

ب ۔ وحی

ج-

وجدان

د۔ اسناد و روایات

ہ

۔ عقل

و۔ طلبہ میں استفہامیہ یعنی سوال کرنے کا انداز پیدا کرنا ۔ وہ بھی خاصکر کیوں؟ اور کیسے ؟ سوالوں سے۔ بچوں میں سوال کرنےکی صلاحیت بیدار ہونی چاہئے ۔ کیونکہParker کا بھی یہی کہنا ہے کہ

Questioning is the key to all educative activities .

ز ۔ اشاروں کی زبان جاننے والا ۔ یعنی ایک استاد کو پتھر کی طرح جامد نہیں بلکہ اسے متحرک ہونا چاہئے ۔ یعنی اسے Gesture language استعمال کرنی چاہئے ۔ تاکہ بچے اکتاہٹ یا بے لذتی محسوس نہ کریں۔

پڑھانے کے کچھ phases یا کچھ steps

ہوتے ہیں - وہ یہ ہیں -

پڑھانے سے پہلے pre-active phase

دورانِ تدریس inter-active phase

تدریس کے بعد Post-active phase

تدریس کے بعد evaluate کرنا یا بچوں سے کچھ سوالات کرنا اور recapitulation یعنی دوبارہ دوہرانا یا تلخیص کے ساتھ بیان کرنا بھولنا مت ۔

یہ تھیں میری طرف سے کچھ گزارشات و تجویزات معلم کے بارے میں ۔آخر میں یہی کہنا چاہتا ہوں کہ خود حضرت محمد ﷺ نے فرمایا اِنَّما بعِثتُ مُعلماً(بحوالہ ابن ماجہ حدیث نمبر 229) ۔ تو پتا چلا کہ یہ یعنی تعلیم سکھانا پیغمبرانہ پیشہ ہے ۔ اس پیشے کی ہمیں بہت قدر کرنی چاہئے ۔

شاعری کا خوردبینی مطالعہ

چونکہ شاعری شاعر سے وابستہ ہے ۔اور شاعر زمانے کے حالات و واقعات سے ۔ جب ایک شاعر کو کسی غیر معمولی واقعہ سے بالمشافہ سامنہ کرنا پڑتا ہے ۔ تو وہ اس واقعہ کو ادب میں جڑ گاڑنے کی اجازت دیتا ہے۔ پہلے تو ہمیں ادب (literature) اصطلاح سے واقف ہونا چاہیے ۔ بعد میں شعر یا شاعری سے ۔ جناب مجنون گورکھپوری صاحب نے ادب کے حوالے سے اپنی کتاب ادب اور زندگی میں موتی کے الفاظ بکھیر دیے ہیں ۔وہ کہتے ہیں کہ جب تک موجود میں ممکن ، حال میں مستقبل اور واقعہ میں تخیل کا عنصر موجود نہ ہو ، ادب وجود میں نہیں آ سکتا ۔ یہی وجہ ہے کہ اخبار کو ادب میں شمار نہیں کیا جا سکتا ۔ کیونکہ اس کی لگہاری(relevance)ایک روز کی ہوتی ہے جبکہ ادب کی لگہاری تا عمر یا تا دیر رہتی ہے ۔اب کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو گا کہ آیا ترقی پسند تحریک بھی ادب میں شمار کیا جا سکتا ہے یا نہیں ۔میری

ذاتی رائے ہے کہ یہ ایک تحریک تھی جس میں معروضیت کی جھلک چھلک رہی تھی نہ کہ داخلیت کی عینک پہنی ہوئی تھی ۔تمام ادبإ کی زبانوں اور تحریروں میں ایک ہی موضوع کا چرچہ تھا جس کے تحت ظالمانہ رویہ کے خلاف لکھنا یا بولنا تھا ۔ ایک ہی موضوع نے بہت سی اصناف کا لباس پہنا ہوا تھا ۔محض حقیقت پسندی سے ادب وجود میں نہیں آسکتا ۔میرے خیال سے یہ ادب نہیں بلکہ تاریخ کا ایک ٹکڑا ہے ۔ جیسے کسی تحریک کا ایک مشترکہ مقصد ہوتا ہے ویسے ہی ترقی پسند تحریک کا بھی ایک جھنڑے کے نیچے رہتے ہوئے متحرک اور متحد ہو کے ایک ہی مقصد کے پیچھے بھاگنا تھا ۔ خیر یہ تو ترقی پسند تحریک تھی ۔ادب کیا ہے ؟ ادب وہ تحریری ،منطقی اور مصوری زبان ہے جس کے الفاظ تخیل سے سرشار ہوں ،احساسات ،جزبات اور تجربات سے لبریز ہوں ، معلوماتی یا اطلاعتی کے علاوہ مسرت بخش اور ہر زمانے میں لگہار ہوں۔ ادب منثور بھی ہو سکتا ہے اور منظوم بھی ۔منثور کلام تو نثر prose میں

ہوتا ہے اور منظوم کلام نظمpoetry میں ۔منظوم کلام ہی شاعری کہلاتا ہے ۔شاعری سے پہلے شعر کو سمجھنا بہتر ہو گا ۔شعر وہ کلام ہے جو پر حکمت یا جادو بیانی ہوتا ہے۔ جس کی وضاحت اس حدیث شریف سے ہو گی ۔انّ من الشّعرِ حکمۃ و انّ من البیانِ سحرا ۔ یعنی کچھ شعر حکمت سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں اور کچھ جادو بیانی سے ۔ جادو بیانی سے مطلب بڑھا چڑھا exaggeration کر بیان کرنے سے ہے جس سے کلام میں جھوٹا پن آتا ہے ۔اور جھوٹ کی تو اسلام میں ہرگز اجازت نہیں ہے ۔اسی لئے اللہ رب العزت سورۃ یسن میں حضرتِ محمدﷺ کو مخاطب ہو کے فرماتے ہیں کہ انکو ﷺ اللہ نے شعر کہنے کے لئے نہیں بھیجا ۔اور نہ ہی انکیﷺ شان کے لائق ہے یہ ۔حکمت والے اشعار کا اجازت اسلئے ہے کیونکہ وہ سیدھے سادھے، معنی خیز اور اللہ اور اسکے رسولﷺ کے گیت گنگنانے والے ہوتے ہیں ۔ سب سے بہتر شعر اسے قرار دیا گیا ہے جو جھوٹ پر مبنی ہو ۔اسی لئے کہا گیا ہے ۔احسن الشعرِ اکذبہ ۔ یعنی بہتر شعر جھوٹا

ہوتا ہے ۔ یہ بظاہر جھوٹ تو لگتا ہے لیکن بباطن یہ سچ ہوتا ہے ۔ اسمیں کوئی شق نہیں کہ یہ جھوٹ ہوتا ہے جیسے خون کی ندیاں یا آگ کا دریا ۔ یہ الفاظ در حقیقت سچائی کے خلاف ہیں لیکن منطقی اعتبار اور تخیل کی رو سے اگر دیکھا جائے تو یہ الفاظ سچائی کے خلاف نہیں بلکہ سچائی کا ساتھ دینے والے ہیں ۔ شاعری کی زبان النکاری یعنی سجاوٹی figurative or Rhetorical ہوتی ہے ۔شاعری پہیلی کی طرح عسیر الفہم ہوتی ہے نہ کہ نثر کی طرح سریع الفہم ۔شاعری بقولہ کولرج سانپ کی چال کی طرح ہونی چاہئے ۔شاعری چاند ہے اور نثر سورج ۔شاعری رقص dance ہے اور نثر آہستہ سے چلنا walk ۔شاعری احساسی معنی connotative meaning کا حامی ہے جبکہ نثر لغوی معنی denotative meaning کا حامی ہے ۔ غرض شاعری شاعر کے احساسات ،تجربات اور معلومات اسطرح پیش کرنے کا نام ہے جس طرح قاریین یا سامعین حضرات کو ایسا لگے کہ وہ انہی کے

بارے میں ہیں ۔اسی لئے مرزا اسد اللہ خان غالب صاحب نے اس بات کی توضیح کرتے ہوئے یہ فرمایا ۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے ۔

احساس

صاحب کشاف تنقیدی اصطلاحات احساس کے بارے میں صفہ نمبر ۲۰ پہ لکھتے ہیں ۔ بعض اشیا کی وقوف (علم یا ادراک) حاصل ہونے کے ساتھ ہی یا اس کے فوراً بعد طبیعت میں انقباض یا انبساط کی جو کیفیت پیدا ہوتی ہے ۔اسے احساس کہتے ہیں۔ وہ عبد الماجد دریا بادی کے حوالے سے احساس کے بارے میں یوں فرماتے ہیں ۔ أحساس جس کے دو رُخ ہیں، ایک لذت و انبساط دوسرا الم و انقباض ۔ وجدان جس وقت تک سادہ مفرد یا بسیط حالت میں رہتا ہے ۔ احساس کہلاتا ہے اور جب پیچیدہ ، مرکب یا مخلوط شکل اختیار کر لیتا ہے تو جذبہ کے نام سے موسوم

ہو جاتا ہے ۔ گویا احساسات عناصر و مفردات ہیں جذبات کے ۔ یعنی جذبات کی جب تحلیل کی جاتی ہے ۔تو آخر کار احساسی کیفیات پر آ کر ٹھہرتے ہیں ۔ احساس انسانیت اور ہمدردی کا دوسرا نام ہے ۔یہ بچہ جیسا معصوم اور پھول جیسا نازک ہوتا ہے ۔ جس کے اندر احساس نہیں اس کے اند انسانیت بھی نہیں ۔اور جس کے اندر انسانیت نہیں وہ انسان کہلانے کا حق بھی نہیں رکھتا ہے ۔یہ تو احساس ہی ہے جس کی وجہ سے دور کے رشتے نذدیک آ جاتے ہیں ۔جیسے میاں بیوی کا رشتہ ۔نہ ہی میاں جانتا ہے بیوی کو پہلے اور نہ ہی بیوی جانتی ہے میاں کو پہلے ۔یہ کون سی آمیزش ہے جس کی وجہ سے دو انجانے جاننے والے اور ایک دوسرے پہ مر مٹنے والے بنتے ہیں ۔یہ احساس کے بغیر اور کیا ہو سکتا ہے ۔جب یہی احساس انسان کے دل سے گریز کرتا ہے تو چھوٹے چھوٹے

فتنے بڑے بڑے فتنوں میں رنگ و روپ اختیار کرتے ہیں ۔

احساس جذبہ ایثاری کا نام ہے ۔جس کے پاس احساس ہوتا ہے وہ ہر وقت قربانی دینے کے لئے تیار رہتا ہے ۔اس سے دوسروں کی سختی اور بد حالی برداشت نہیں ہو سکتی ۔وہ خدا سے ڈرنے والا ہوتا ہے ۔وہ اپنے مقصد کے لئے دوسروں کی زندگی سے کبھی کھلواڑ نہیں کرتا ۔وہ اپنا پروا کئے بغیر دوسروں کی زندگی آسان اور ہموار بنا دیتا ہے ۔وہ جانتا ہے کہ مسلمان وہی ہے جسکے ہاتھ اور زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے ۔ وہ کبھی بھی دوسرے انسان کا نقصان نہیں چاہے گا ۔ وہ پیار کرنے اور پیار دینے والا ہوتا ہے ۔

میری نظر میں خونی رشتہ کم اہمیت رکھتا ہے بنسبتِ احساسی رشتہ ۔حالانکہ خون کے رشتے کی تو بہت

فضیلت ہے اسلام میں ۔لیکن جب اسی خون کے رشتے میں احساس نہیں ہوتا ہے ۔ تو یہ کھوکھلے پائپ کی مانند ہوتا ہے ۔ جب اولاد کے اندر یہ احساس نہیں ہوتا ہے کہ ماں باپ نے کیا کیا نہیں کیا اسکے لئے ۔اور اب اسکو بھی والدین کے لئے کچھ کرنا ہے ۔ اور جب والدین کو یہ احساس نہیں ہوتا ہے کہ انکو اولاد کے لئے کیا کیا کرنا ہے ۔تو نفرت کی ایک بڑی دیوار کھڑی ہوتی ہے ۔جو بِن احساس کے تیار ہوتی ہے ۔وہ کون سا خونی رشتہ ہے جسمیں نہ باپ بیٹے کا اور نہ بیٹا باپ کا ۔قرانِ مجید میں سورۃ عبس کی ایک آیت کا مفہوم یوں ہے ۔

نہ اس دن باپ بیٹے کا نہ بیٹا باپ کا ہو گا ۔ لیکن یہ تو اب دنیا ہی میں دیکھنے کو ملتا ہے ۔وہ دونوں ناک کے ہوا سے دیے جلاتے ہیں ۔یہ فقط احساس کے بغیر ہے ۔ اگر احساس کا ستون مضبوط

ہو تو اولاد dutiful رہیں گے والدین کے اور والدین affectionate رہیں گے اولاد کے ۔ اس سے نتیجہ یہ نکلے گا کہ محبت کے دونوں قسم بلکہ تینوں کے تینوں قسم ظاہری شکل میں دیکھنے کو ملیں گے ۔اولاً :محبتِ تعظیم ،ثانیاً: محبتِ شفقت اور ثلاثاً: محبتِ استحسان ۔محبتِ تعظیم میں اولاد والدین کا تعظیم و توقیر کرے گا ،محبتِ شفقت میں والدین اولاد سے شفقت کے ساتھ پیش آئیں گے ۔اور محبتِ استحسان میں سارے لوگوں سے محبت کی جائے گی۔ یہ صرف احساس کی دین ہے جسکی وجہ سے محبت تو محبت رہتی ہے اور جسکی عدمِ حاضری کی وجہ سے حکم عدولی اور نفرت کے پیڑ اگنے شروع ہو جاتے ہیں ۔

قرار

قرار اصل میں عربی لفظ ہے ۔اس کا لغوی معنی ہے
راحت، آرام، سکون اور قیام ۔ گرامر کے لحاظ سے یہ
اسم اور مذکر ہے ۔اس لفظ سے بہت سارے مرکب الفاظ
بن سکتے ہیں ۔جیسے ابَد قرار،باعثِ قرار،بیش قرار،بے
قرار،دار القرار ،دلِ بے قرار ،قرارِ جاں وغیرہ ۔
کہا جاتا ہے کہ عالم تین طرح کے ہوتے ہیں ۔اولاً جنّت
،ثانیاً دوزخ اور ثلاثاً دنیا ۔ جنّت وہ عالم ہے جہاں خوشیاں
ہی خوشیاں ہیں، دوزخ وہ عالم ہے جہاں غُموم کے سوا

کچھ بھی نہیں ۔اور دنیا وہ عالم ہے جہاں خوشیوں کے
علاوہ آفت و صُعُوبت بھی ہیں ۔
غرض ہم عالم اجسام یا عالم موجودات یعنی اس
جہانِ فانی میں خوشیوں کے ساتھ ساتھ غموم سے بھی
ہاتھ ملاتے ہیں ۔ یہاں اگر خوشی ہے بھی وہ بھی قدرِ قلیل
ہے ۔ یہاں تو قرار کا آبجو اور غم کا دریا ہے ۔ لفظِ قرار
تو کسی امیر زادے میں بھی نہیں ۔اب اگر کسی غریب
کی بات کریں تو کسی حد تک اسکو قرار یا سکونِ قلب
ملتا ہے ۔ کیونکہ وہ متوکل ہوتا ہے یعنی اسکو اللہ پہ
بھروسہ ہوتا ہے ۔ وہ اسی بھروسے سے خوشی سے
اپنے دن گزارتا ہے ۔امیر کے پاس جتنا زیادہ ہوتا ہے وہ
اس سے   کئی زیادہ ڈھونڑتا ہے ۔ جتنا زیادہ ہوتا ہے
اسکے پاس اتنی ہی پریشانی ہوتی ہے اسکو یعنی ایک
رئیس آدمی کو ۔اگر دیکھا جائے تو یہاں کسی کو بھی
قرار نہیں ہے ۔ ہاں مگر قرار یا اطمینان اسی قلب کو
ملتا ہے جو ذکرِ الہی میں محو یا مشغول ہوں ۔اللہ تعالی
قران مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے ۔الا بذکراللہِ

تطمعن القلوب ۔ یہ تو اللہ کی ذکر ہی ہے جس سے دلوں کو اطمینان یا قرار ملتا ہے ۔اللہ تعالی تو بار ہا انسان کو ذکر اللہ میں مشغول رہنے کا حکم دیتا ہے ۔ جیسے یا ایھا الذین آمنوالذکر اللہ ذکرً کثیراً ۔ ہمیں ہر وقت اللہ کی ذکر میں محو رہنے کی تلقین کی گیی ہے۔ حضرت شیخ العالمؒ نے اس کی ترجمانی اپنے ان الفاظ میں کی۔

دل چھے گاڑ ہوکھ مو تھاون

ذکرِ ہند پونی دس لسیو توے

غرض اگر ہمارے دلوں کو قرار مل سکتا ہے وہ صرف اللہ کو یاد کرنے میں ہے ۔ نہ کہ دنیا بسانے میں ۔ دنیا تو نمرود ،فرعون اور قارون نے بھی بسایا تھا ۔ اسلئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہم دار القرار یعنی قبر یا آخرت سے پہلے دار البلاء یعنی دنیا میں ہی اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کر کے قرار و سکون پائیں ۔

خاموشی

خاموشی

نیاموزد بہائم از تو گفتار

تو خاموشی بیاموز ازبہائم

ترجمہ :چوپائے تجھ سے بولنا نہیں سیکھ سکتے ۔ تو چوپایوں سے چپ رہنا سیکھ لے ۔)حضرت شیخ ، سعدی شیرازیؒ کی کتاب گلستان کے صفحہ نمبر ۲۲۳ باب ہشتم یعنی آٹھویں باب سے لیا گیا شعر جسکا اردو ترجمہ مولانا قاضی سجاد حسین نے صفحہ نمبر ۲۵۴ پر کیا ۔ اب حضرت علامہ وحید الدین زمانؒ کی کتاب" لغاتُ الحدیث " (Arabic into Urdu)

کے صفحہ نمبر ۴۸۴ پر مُتذَکِّرہ بالا شعر کا اردو ترجمہ ملاحظہ مرمائیں ۔ جانور تم سے بولنا)گفتگو کرنا (نہیں سیکھ سکتے تو پھر تم جانوروں سے خاموش رہنا ہی سیکھ لو۔

امریکی ناول نگار، افسانہ نگار اور صحافی

Ernest Miller Hemingway خاموشی کے

بارے میں کچھ اسطرح کہتے ہیں ۔

❝ Staying quiet doesn't mean I have

nothing to say, it means I don't think

you're ready to hear my thoughts.”

It takes two years to learn to speak

and sixty to learn to keep quiet.”

کہتے ہیں کہ زبان کا نشتر لوہے کے نیزے سے

زیادہ گہرا زخم کرتا ہے، لہٰذا بہترین مسلمان بننے

کے لئے اپنی زبان پر کنٹرول اور دوسرے مسلمان

کی عزت نفس کا خیال بہت ضروری ہے۔اسی لئے اللہ

کے حبیبﷺ نےصحیح بخاری کے حدیث نمبر 10

میں کیا خوب فرمایا ۔

الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ۔ یعنی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔ زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے پہ حضور پر نور ﷺ ، فیض گنجور ﷺ، شاہِ غیور ﷺ حضرت محمد ﷺ نے مشکوٰۃ شریف کے حدیث نمبر 4812 میں جنت کی ضمانت دے دی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں ۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ :

قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» :مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ

وَمَا بَيْنَ رِجلَيْهِ أَضمَنُ لَهُ الجَنَّةَ» .

حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ” :جو شخص مجھے زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کی ضمانت دے دے تو میں اسے جنت(کی ضمانت دیتا ہوں ۔ گویا زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے سے جنت کی ضمانت مل گئی ۔ لیکن یہ

اتنا آسان نہیں ہے کہ کوئی زبان اور شرم گاہ کی
حفاظت کر سکیں ۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ
کوئی بھی بڑا ہدف پانے کے لئے بڑی قربانی دینی
پڑتی ہے ۔ زبان سوچ سمجھ کے کے استعمال کرنی
چاہئے ۔ زبان اگر استعمال کرنی ہی ہو تو پہلے اچھے
الفاظ کا چناو کرنا چاہئے ۔ ورنہ زبان کو منہ سے باہر
آنے نہیں دینا چاہئے ۔اگر اچھا خیال یا خوبصورت
الفاظ موجود نہ ہوں تو خاموشی میں ہی نجات ہے جس
کے بارے میں پیارے آقاﷺ نے جامع ترمزی کے
حدیث نمبر 2501 میں یوں فرمایا ۔ من صمت نجا ۔
یعنی جو خاموش رہا ۔ اس نے نجات پائی ۔ کبھی کبھار
خاموشی بھی ایک طویل تقریر ہوتی ہے ۔ یہ بھی معنی
خیز ہوتی ہے ۔ یہ بھی بنا الفاظ کے بہت سارے
افسانوں کو جمنم دینے والی ہوتی ہے ۔ اس کی
ترجمانی درج ذیل اشعار سے ہو گی ۔ مری خاموشیوں
پر دنیا مجھ کو طعن دیتی ہے

یہ کیا جانے کہ چپ رہ کر بھی کی جاتی ہیں تقریریں

(سیماب اکبر آبادی)

خموشی میری معنی خیز تھی اے آرزو کتنی

کہ جس نے جیسا چاہا ویسا افسانہ بنا ڈالا

(آرزو لکھنوی)

اب کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو گا کہ کسی کو بولنا ہی نہیں چاۓ ۔ بس چپ چاپ بیٹھے رہیں ۔ نہیں ۔ ویسی بات نہیں ہے ۔ بولنا تو ہے لیکن سوچ سمجھ کے نہ کہ ایسے ہی جو دماغ میں آیا کہہ دیا ۔ قدیم اتھنزکے باشندے

Aristophanese

کا کہنا ہے کہ منہ کھولنے سے پہلے اپنا دماغ کھول ۔ جس کا انگریزی ترجمہ کچھ اسطرح ہے ۔

(open your mind before your mouth)-

انہوں نے بھی یہی کہنے کی کوشش کی ہے کہ پہلے
تولو پھر بولو ۔ اگر زبان کو صحیح استعمال میں نہیں
لایا گیا تو بہت بڑا نقصان اٹھانا پڑے گا ۔ کیونکہ بقولہ
حضرت علیؓ)نہج البلاغہ میں (الّسان سبُعٌ اِن خُلّیَ
عَنہُ عَقَرَ ۔ یعنی زبان ایک ایسا درندہ ہے کہ اگر اسے
کھلا چھوڑ دیا جائے تو پھاڑ کھائے ۔ خلاسہ کلام یہ ہوا
کہ اگربات کرنی ہو تو اچھی کرے ورنہ خاموش رہیں
۔اس بات کی گواہی ہمیں بخاری شریف کے حدیث نمبر
6018 سے ملتی ہے ۔ جو اسطرح ہے

وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ ،
لِيَصْمُتْ .یعنی جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر
ایمان رکھتا ہو۔ وہ اچھی بات زبان سے نکالے ورنہ
خاموش رہے ۔ بالآخر میں فردوس گیاوی کے درج
ذیل شعر سے اپنے موضوع کا اختتام کرنا چاہتا ہوں ۔

علم کی ابتدا ہے ہنگامہ

علم کی انتہا ہے خاموشی

آنکھ

ترے جمال کی تصویر کھینچ دوں لیکن

زباں میں آنکھ نہیں آنکھ میں زبان نہیں

(جگر مراد آبادی)

یہ آنکھ بھی کتنی عجیب سی ہوتی ہے ۔ کسی کی بادامی تو کسی کی سوئی جیسی ۔ ایک طرف تو روح کی کھڑکی کا کام انجام دیتی ہے ۔ انگریزی میں اسکے لئے ایک کہاوت ہے ۔ The eyes are the windows of the soul ۔ اور دوسری طرف نظر بد کا کام ۔ اگر نظر بد ذہن میں رکھا جائے پھر تو اس سے بہتر ہے کہ آنکھ ہی نہ ہو ۔ اگر یہ نہیں ہوتی تو نظر بد سے چھٹکارا ملتا ۔ اس سے بہتر تو وحشی جانور کی وہ وحشی آنکھ ہے جو پلک جھپکنے سے

پہلے ہی دپوچ لیتی ہے ۔ اور نظر بد سے لاکھ درجہ
بہتر ہے جو تڑپ تڑپ کے مرواتی ہے ۔ آنکھ تو آئینے
کی طرح ہوتی ہے ۔ جوکچھ سامنے آ جائے وہی دکیھ
لیتی ہے ۔ اگر دل نے ذرا سا بھی غلط دیکھنے کا
خیال کیا تو آنکھ آئینہ نہیں بلکہ پتھریلی اور نہ ہونے
کے برابر ہے ۔ اور جب یہ شیشے کی طرح صاف
ہو گی تبھی یہ اچھی شبیہ یا پیکر دیکھ سکے گی ۔
اسی لئے میری نظر میں آنکھ کو شبیہوں کی سرمہ
دانی بھی کہہ سکتے ہیں۔ جیسے جگر مراد آبادی
صاحب آنکھ سے اپنے محبوب کی تصویر کھینچنا
چاہتا ہے ۔ ویسے ہی ہم بھی دنیا کے بہت سارے
پیکر اپنی آنکھوں میں بسا کے رکھتے ہیں ۔ آنکھ کس
کس کی نہیں ہے ۔ صنم خانے میں اگر جائے تو موٹی
پتھریلی ، کسی کوٹھے پہ جائے تو پر خمار اور اگر
بیوی کی تو حسین و جمیل ۔ اگر بادشاہ یا جج کی

دیکھی جائے تو انصاف و ناانصاف میں ممیز کرنے والی ۔ اور اگر غریب کی دیکھی جائے تو مطالبات سے سر شار۔ اگر شاعر کی دیکھی جائے تو داخلیت سے لبالب ۔ اور اگر عام لوگوں کی دیکھی جائے تو معروضیت سے بھر پور ۔ اگر بچے کی دیکھی جائے تو پھول کی طرح نازک اورمعصوم اور اگر ظالم کی دیکھی جائے تو آگ کیطرح شعلہ زنی کرنے والی ۔ یہ یہی آنکھ ہے جو قدرت کے دلکش مناظر دیکھتی ہے جس کے لئے انسان عربوں اور کھربوں خرچ کر دیتا ہے ۔ تبھی تو انسان ایک ملک سے دوسرے ملک آتا ہے اور قدرتی مناظر کے تصاویر اپنی آنکھ میں بسا کے چلا جاتا ہے ۔ یہ یہی آنکھ ہے جو دل کے جذبات کا آئینہ ہے ۔ اس سے انسان کے غموم کا پتہ تب چلتا ہے جب یہ آنکھ آنسؤں کی بارش برساتی ہے ۔ آنکھ باقی اعضا کی طرح ایک انمول تحفہ ہے جس

کی قدر ایک اندھا ہی جانے ۔ جیسے کیفوسز(
Kyphosis)

(exaggerated outward curvature of
the thoracic region of
the spine resulting in
a rounded upper back)

والا کمر کی اہمیت جانے ۔

یہ تو ہوا سے پتوں کا ہلنا بھی دیکھتی ہے اور بسے بسائے گھر کا اجڑنا بھی۔ یہ تو امیر کی ہڑیوں پہ گوشت بھی دیکھتی ہے ۔اور غریب کی ہڑیوں پہ رگیں بھی ۔ یہ تو کتابوں کی دنیا بھی دیکھتی ہے اور سیکنڑوں میں بدلتے ہؤے رشتوں کی دنیا بھی ۔ یہ تو غضبناک چہرہ بھی دیکھتی ہے اور شرم سار چہرہ بھی ۔ یہ تو ماضی بھی دیکھتی ہے اور حال بھی پر

مستقبل دیکھنے کے لئے اسے وقت چاہئے ۔

مجبور اولاد

اس بات سے کوئی انحراف نہیں کر سکتا اور یہ تو
حقیقت حال بھی ہے کہ والدین خاصکر ماں اولاد
کے لئے اس دنیا کی کنجی ہے ۔ مگر انکے ذہن
میں یہ بات

صدائے بازگشت کرنی چاہئے کہ اولاد صرف
کمانے کی مشین نہیں بلکہ وہ بھی تو انہیں کی
طرح دل رکھنے والا انسان ہے ۔اس کے اندر بھی
جزبات ہیں ۔ وہ بھی تو

مستقبل میں والدہ یا والد ہو سکتا ہے ۔ اس کو بھی

اپنی اولاد کی فکر میں رہنا ہوتا ہے ۔ ماں باپ کو

چاہئے کہ وہ

بچے پر اتنا ظلم نہ ڈھائے کہ وہ بھکاری بنے پہ

مجبور ہو جائے ۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ اولاد کو

ماں باپ

کا خیال نہیں رکھنا چاہئے بلکہ اگر اولاد ماں

باپ پر ضرورت سے زیادہ خرچ کرتا ہے تو

والدین کا بھی یہ حق بنتا ہے کہ وہ اولاد کو اچھی

اور خوشحال زندگی بسر کرنے میں مدد اور

حوصلہ افزائی

کریں ۔ اولاد کاسب کچھ تو والدین ہی کا ہے لیکن

والدین کواتنا بھی ظالمانہ رویہ اختیار نہیں کرنا

چاہے کہ اولاد بھی خوشحال زندگی گذارنے کے

لئے متمنی رہے ۔ اس

حقیقت سے کوئی گریز نہیں کر سکتا کہ ماں باپ

تو بقولہ الطاف حسین حالی ، خدا کی رحمت ہوتی

ہے ۔ اس حوالے سے انکا کہنا ہے کہ ۔

ماں باپ اور استاد سب ہے خدا کی رحمت

ہے روک ٹوک انکی حق میں تمہارے نعمت

مگر اولاد بھی تو ایک نعمت ہے۔ وہ بھی ایسی

نعمت جو درختوں پر اور باغوں میں نہیں ملتی

بلکہ رب کے فضل و کرم سے وہ بھی والدین ہی

کی طرح ملتی ہے ۔

اسلئے والدین کو چاہئے کہ وہ اولاد کی صحیح

تربیت کریں اور انکے اچھے سامعین بنیں ۔

کیونکہ انسان میں ، میرے خیال سے قوت فیصلہ

تبھی اچھا ہو سکتا ہے جب

اس کے اندرا چھی قوت سامعہ ہو۔ والدین کی یہ

ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اولاد کے لئے خوشحال

اور خوداعتماد

زندگی بسر کرنے کے مواقع فراہم کریں۔ تاکہ

حالات توازن کے ساتھ چلیں اور کسی کو کسی کی

شکایت کرنے کا موقع نہ ملے ۔

عید

عید کا دن تو ہے مگر جعفر
میں اکیلے تو ہس نہیں سکتا

جناب جعفر ساہنی صاحب شاید عید کے دن پہ اکیلے ہیں اور خوشی منانے کے لئے انہیں کوئی ہم نشین چاہئے ۔ کیونکہ وہ خوشی ، خوشی ہی کیا جس میں دوسرا، وہ بھی مخلص یا قریبی دوست ساتھ نہ ہو۔عید کے دن ہم ایک دوسرے سے مصافحہ اور معانقہ کرتے ہیں اور اسطرح خوشی کا اظہار کرتے ہیں ۔ موصوف نے بھی عید اور ہنسی کو چولی دامن کا ساتھ دکھاتے ہوئے یوں کہنےکی کوشش کی کہ عید کا لفظی معنی خوشی ، فرحت ، مسرت، شادمانی اور انقباض کے بجائے

انبساط ہے ۔ لفظ عید کی جمع اعیاد ہے ۔ یہ اصل
میں عربی زبان کا لفظ ہے جس کا لغوی معنی "
واپس آنے والی چیز " ہے ۔ اصطلاح کی رو سے
اگر دیکھا جائے تو یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ عید
مسلمانوں کے خوشی منانے کا ایک معین دن ہے ۔
جس طرح عربی میں کہا جاتا ہے لِکلّ قومٍ لسنُ
یعنی ہر قوم کی ایک زبان(بولی) ہوتی ہے۔ اسی
طرح ہر قوم کی اپنی اپنی عید ہوتی ہے ۔ یہ صرف
مسلمانوں کےلئے خاص نہیں ہے ۔ ہر قوم کے افراد
اپنیے اپنے تہواروں پہ خوشیوں کا مظاہرہ کرتے
ہیں ۔ البتہ طریقہ الگ الگ ہے۔ صحیح بخاری کے
حدیث نمبر 952 میں حضرت بی بی آمنہ رض کے
پھول اللہ کے پیارے رسولﷺ نے حضرت ابوبکر

صدیق ؓ کو مخاطب ہو کے فرمایا " یا ابا بکرٍ انّ لِکلّ قومٍ عیدُ ؐ وَھٰذا عیدُنا " ۔ یعنی اے ابوبکر ؓ ہر

قوم کی عید ہوتی ہے اور آج یہ ہماری عید ہے۔

رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہلِ مدینہ دو تہوار منایا کرتے تھے اور ان میں کھیل تماشے کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ یہ دو دن جو تم مناتے ہو اس کی کیا حقیقت ہے ؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم جاہلیت میں یہ تہوار اسی طرح مناتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : " إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا: يَوْمَ الْأَضْحَى، وَيَوْمَ الْفِطْرِ "**یعنی "اللہ نے تمہارے ان دو تہواروں کے بدلے میں ان سے بہتر دو دن تمہارے لیے مقرر کردیے ہیں ، عید الفطر اور عید الاضحیٰ**

کے دن"۔ اس کے لئے ابو داؤد کا حدیث نمبر 1134ملاحظہ فرمائیں ۔

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا، فَقَالَ: مَا هَذَانِ الْيَوْمَانِ ؟ قَالُوا: كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا: يَوْمَ الْأَضْحَى، وَيَوْمَ الْفِطْرِ .

ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے اور ان لوگوں کے ہاں دو دن تھے کہ وہ ان میں کھیل کود کیا کرتے تھے ۔ آپ نے پوچھا " :یہ دو دن کیا ہیں ؟ "انہوں نے کہا کہ ہم دور جاہلیت میں ان دنوں میں کھیل کود کیا کرتے تھے ۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " :بے شک

اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے بدلے ان سے اچھے دن
"دیے ہیں ۔ اضحی)قربانی (کا دن اور فطر کا دن ۔

اب مشکوٰۃ شریف کا حدیث نمبر 1439 مُلاحظہ
فرمائیں ۔ عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ :قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا فَقَالَ» :مَا
هَذَانِ الْيَوْمَانِ؟« قَالُوا :كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :قَدْ أَبْدَلَكُمُ اللَّهُ
بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا :يَوْمَ الْأَضْحَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ

ترجمہ :حضرت انس بیان کرتے ہیں ، نبیﷺ مدینہ
تشریف لائے تو ان (اہل مدینہ) کے دو دن تھے جن
میں وہ کھیل کود کیا کرتے تھے ۔ آپ نے دریافت
: انہوں نے عرض کیا “فرمایا ” :یہ دو دن کیا ہیں ؟

ہم دور جاہلیت میں ان دو دنوں میں کھیل کود کیا کرتے
تھے ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ” :اللہ نے ان کے بدلے

میں تمہیں دو بہترین دن عید الاضحیٰ اور عید الفطر " کے عطا فرما دیے ہیں ۔

اس طرح دینِ اسلام میں عید الفطر اور عید الاضحی کی ابتدا ہوئی ، مشہور مؤرخ ابن جریر طبری کے بقول سن دوہجری میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو پہلی مرتبہ عید کی نماز پڑھائی۔

تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري

:

وفيها خرج إلى المصلى فصلى بهم صلاة العيد، وكان" ذلك أول خرجة خرجها بالناس إلى المصلى لصلاة العيد وفيها- فيما ذكر- حملت العنزة له إلى المصلى فصلى -إليها، وكانت للزبير بن العوام- كان النجاشي وهبها له فكانت تحمل بين يديه في الأعياد، وهي اليوم فيما بلغني عند المؤذنين بالمدينة". (ذكر بقية ما كان في السنة الثانية (من سني الهجرة،2/ 418

غرض عید خوشی کا دن ہوتا ہے لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ جو جی میں آئے وہ کریں ۔ اس موقع پہ فضول خرچی سے اجتناب کرنا چاہئے ۔ کیونکہ فضول خرچی کرنے والا شیطان کا بھائی ہوتا ہے ۔ جس کے بارے میں کلام اللہ یعنی قران گواہ ہے ۔ سورۃ اسراء آیت نمبر 26 اور 27 میں اللہ تعالی اسطرح فرماتا ہے ۔وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا **:اور فضول} خرچی نہ کرو۔{** یعنی اپنا مال ناجائز کام میں خرچ نہ کرو ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے تَبذیر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ جہاں مال خرچ کرنے کاحق ہے ا س کی بجائے کہیں اور خرچ کرنا تبذیر ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اپنا پورا مال حق یعنی اس کے مَصرف میں خرچ کر دے تو وہ فضول خرچی

کرنے والا نہیں اور اگر کوئی ایک درہم بھی باطل یعنی ناجائز کام میں خرچ کردے تو وہ فضول خرچی کرنے والا ہے

(خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۲۶، ۳ / ۱۷۲)

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِؕ-وَ كَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا(27)

ترجمۂ کنز الایمان

بیشک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

تفسیر صراط الجنان

{اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ:شیطان کے بھائی۔} اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا کہ

فضول خرچی نہ کرو جبکہ اس آیت میں فرمایا کہ بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں کیونکہ یہ ان کے راستے پر چلتے ہیں اور چونکہ شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے، لہٰذا اُس کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔(مدارک، الاسراء، تحت الآیۃ: ۲۷، ص۶۲۱، ملخصاً)

پٹاکھے اور لذیز کھانوں سے ہی صرف خوشی کا اظہار نہیں کیا جا سکتا ۔ بلکہ عید کے موقعے پہ تو اللہ کی تسبیح و تحلیل اور شکر (امام حمید الدین فراھیؒ اپنی کتاب "حکمتِ قرآن" میں شکر کے بارے میں یہ فرماتے ہیں ۔ شکر کا جذبہ نعمت کی قدر پہچاننے سے پیدا ہوتا ہے۔ قدر پہچاننے کا مطلب نعمت کو اس کا

ٹھیک مقام دینا اور جس مقصد کے لیے وہ دی
گئی ہے، اسی مقصد میں اس کو استعمال کرنا
ہے۔ حضرت امام راغب اصفہانیؒ "مفرداتُ
القران" میں شکر کے بارے میں یہ فرماتے
ہیں ۔ الشُّکرُ کے معنی کسی نعمت کا تصور
اور اسکے اظہار کے ہیں۔ بعض نے کہا ہے
کہ یہ کشرُ ؐ سے مقلوب ہے جس کے معنی
کشف یعنی کھولنا کے ہیں۔ شکر کی ضد کفر
ہے جس کے معنی نعمت کو بھلا دینے اور
اسے چُھپا رکھنے کے ہیں ۔ بعض نے کہا ہے
کہ یہ عینُ ؐ شکریٰ سے ماخوذ ہے جس کے
معنی آنسووں سے بھر پور آنکھ کے ہیں اس
لحاظ سے شکر کے معنیٰ ہوں گے منعم کے
ذکر سے بھر جانا۔ شکر تین قسم پر ہے شکر

قلبی یعنی نعمت کا تصور کرنا۔ شکر لسانی-
یعنی زبان سے منعم کی تعریف کرنا ۔ شکر
بالجوارح یعنی بقدر استحقاق نعمت کی مکافات
کرنا) کرنا چاہئے کہ ہمیں ایسا دن دیکھنے کو
مل گیا ۔ کیا پتہ اگلے سال یہ دن دیکھنے کو
مل سکے گا یا نہیں۔ اس امید کے ساتھ ہمیں
عید منانی چاہئے ۔ عید ہمارے لئے اظہار
ممنونیت کا ذریعہ ہونا چاہئے ۔ اس میں ہمیں
ناچ گانوں سے احتراز کرنا چاہئے ۔ کیونکہ
منعم و محسن اللہ تعالی ہمیں اس دن اجر و
ثواب سے نوازتا ہے ۔ اور ہم کیوں اللہ کی ذکر
سے باز رہیں گے ۔ غرض عید خوشی کا دن
ضرور ہے لیکن یہ بھی یا رکھنا چاہئے کہ حد
سے تجاوز کرنے والے اللہ کو نا پسند ہے

۔ اسکے علاوہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ عید تو ہمیں آپس میں بھائی چارہ رکھنے کے ساتھ ساتھ غریبوں ، محتاجوں اور مسکینوں کا خیال رکھنے کا پیغام بھی دیتی ہے۔ اسی لئے تو رب نے ہمارے لئے عید الفطر (عید کے معنی خوشی کے ہیں اورفطر کے معنی روزہ کھولنے کے ہیں ۔ تو عید الفطر وہ عید ہے جو روزوں کے اختتام پر شوال کی پہلی تاریخ کو ہوتی ہے ۔ بحوالہ ۔ جامع اللّغات ، مرتب : خواجہ عبد المجید) رکھی جسمیں نماز عید سے پہلے ہی صدقہ فطر ادا کرنا ہوتا ہے ۔ اس میں یہی منطق ہے کہ جو غریب ، مسکین اور بے بس ہوتے ہیں ، وہ بھی دوسروں کے ساتھ گھل مل جائیں ۔ اور دوئی کے بجائے یکتائی آ

جائے ۔ رب تو ہمارے اعمال اور دل یعنی ہماری نیت دیکھتا ہے ۔ وہ ہماری شکلوں اور مال کی طرف نہیں دیکھتا ۔ وہ صرف ہمارا تقویٰ یعنی پرہیزگاری (ہر وقت اللہ کے خوف سے اس کے احکام پر عمل اور اس کی نا فرمانی سے بچنے کا نام تقویٰ ہے) چاہتا ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جب ہم عید الاضحی (مسلمانوں کا ذی الحجہ کی دس تاریخ کو منایا جانے والا تہوار، اس دن حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کی قربانی اللہ کی بارگاہ میں پیش کی تھی، اس کی یادگار کے طور پر مسلمان نماز پڑھتے، قربانی پیش کرتے اور خوشی مناتے ہیں، بقر عید ، عید قرباں، عید الاضحیٰ ۔ بحوالہ ریختہ ڈکشنری)

کے موقعے پر قربانیاں کرتے ہیں ۔ تو اللہ تعالی کے پاس نہ قربانیوں کے گوشت پہنچے گے جو کھا لئے گئے ۔ اور نہ انکا خون جو بہا دئے گئے ۔ اس کی توضیح قران مجید کے سورۃ الحج آیت نمبر 37 اور تفسیر القران از عبد السلام بٹھوی سے ملاحظہ فرمائیں ۔

القرآن - سورۃ نمبر 22 الحج ، آیت نمبر 37

لَنۡ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُـوۡمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰـكِنۡ يَّنَالُهُ التَّقۡوٰى مِنۡكُمۡ‌ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَـكُمۡ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰٮكُمۡ‌ؕ وَبَشِّرِ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۞

ترجمہ فہم القرآن - میاں محمد جمیل

" اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے نہ گوشت پہنچتے ہیں نہ خون اسے تمہاری پرہیزگاری درکارہے اس نے

جانوروں کو تمہارے لیے اس لیے مسخر کیا ہے تاکہ اس کی دی ہوئی ہدایت کے مطابق اس کی بڑائی بیان کرو اور اے نبی نیک لوگوں کو خوشخبری دیجیے۔“ (۳۷)

تفسیر القرآن کریم (تفسیر عبدالسلام بھٹوی) - حافظ عبدالسلام بن محمد

1۔ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا .....: یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس نہ قربانیوں کے گوشت پہنچیں گے، جو کھا لیے گئے اور نہ ان کے خون، جو بہا دیے گئے۔ یہ سب کچھ یہیں رہ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان سے غنی ہے، اس کے پاس تو تقویٰ یعنی تمہارے دل کا وہ خوف پہنچے گا جو اللہ کی ناراضگی سے بچاتا ہے، جو دل پر غالب ہو جاتا ہے تو آدمی اللہ کے ہر حکم کی تعمیل کرتا اور ہر منع کردہ کام سے

باز آ جاتا ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ((إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَ أَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ إِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ أَعْمَالِكُمْ)) [مسلم، البر والصلۃ، باب تحریم ظلم المسلم و خذلہ....:34، 2564] ’’اللہ تعالیٰ تمھاری شکلوں اور تمھارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمھارے دلوں اور تمھارے عملوں کو دیکھتا ہے۔‘‘ اس آیت اور حدیث سے دل کے تقویٰ اور نیت کے اخلاص کی اہمیت ظاہر ہے، اس لیے قربانی خالص اللہ کی رضا کے لیے ہونی چاہیے، نہ دکھاوا مقصود ہو اور نہ شہرت، نہ فخر اور نہ یہ خیال کہ لوگ قربانی کرتے ہیں تو ہم بھی کریں۔ نیت کے بغیر عمل کا کچھ فائدہ نہیں۔ نیت خالص ہو تو بعض اوقات عمل کے بغیر ہی بلند مقامات

تک پہنچا دیتی ہے۔ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس آئے اور مدینہ کے قریب پہنچے تو فرمایا : ((إِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ اَقْوَامًا مَا سِرْتُمْ مَسِيْرًا وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا إِلَّا كَانُوْا مَعَكُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ ! وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ ؟ قَالَ وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ)) [بخاري، المغازی، باب : ۴۴۲۳] ''مدینہ میں کئی لوگ ہیں کہ تم نے کوئی سفر نہیں کیا اور نہ کوئی وادی طے کی ہے مگر وہ تمھارے ساتھ رہے ہیں۔'' لوگوں نے کہا : ''یا رسول اللہ! مدینہ میں رہتے ہوئے؟'' فرمایا : ''ہاں! مدینہ میں رہتے ہوئے، انہیں عذر نے روکے رکھا۔'' نیت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ آدمی کی زندگی جتنی بھی ہو محدود ہے، یعنی صرف چند سال، اگر اس میں نیک

عمل کرے تو ہمیشہ ہمیشہ جنت میں اور برے عمل کرے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا۔ محدود عمل پر غیر محدود جزا نیت کی وجہ سے ہے

کہ نیک کی نیت ہمیشہ نیکی کرتے رہنے کی اور بد کی نیت ہمیشہ بدی کرتے رہنے کی تھی۔ دیکھیے سورۂ انعام (۲۷، ۲۸)۔2۔ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ : یہاں تاکید کے لیے قربانی کے جانوروں کو مسخر کرنے کا احسان دوبارہ یاد دلایا اور تکبیر یعنی ’’اللہ اکبر‘‘ کہہ کر اللہ کی بزرگی بیان کرنے کا ذکر فرمایا، اس سے پہلے قربانی کرتے وقت اللہ کا نام لینے کا حکم دیا۔ معلوم ہوا کہ قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت ’’ بِسْمِ اللهِ وَاللهُ أَكْبَرُ ‘‘ کہنا اللہ کو مطلوب ہے۔ یہی

وجہ ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اونٹ کو اِشعار (کوہان کی ایک طرف زخم) کرتے ہوئے ’’بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ أَکْبَرُ‘‘ پڑھتے تھے۔ [الموطأ لإمام مالک : ۸۴۵] انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چتکبرے مینڈھے قربانی کیے، انھیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور ’’بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ‘‘پڑھا اور اپنا پاؤں ان کے پہلوؤں پر رکھا۔ [بخاري، الأضاحي، باب التکبیر عند الذبح : ۵۵۶۵] ’’ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ‘‘ کے لفظ عام ہونے کی وجہ سے چوپاؤں کو مسخر کرنے کی نعمت پر دوسرے اوقات میں بھی اللہ کی کبریائی بیان کرنی چاہیے، جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کے لیے روانہ ہوتے

وقت اونٹ پر سوار ہوتے تو تین دفعہ ’’اللہ اکبر‘‘ کہتے، پھر ’’سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ‘‘ پڑھتے (آگے سفر کی مکمل دعا مذکور ہے)۔ [مسلم، الحج، باب استحباب الذکر إذا رکب دابتہ....: ۱۳۴۲]3- وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ:’’ الْمُخْبِتِيْنَ ‘‘ کو بشارت دینے کے حکم کے بعد ’’ الْمُحْسِنِيْنَ ‘‘ کو بشارت دینے کا حکم دیا۔ احسان کا تعلق ’’وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ‘‘ سے ہے۔ تقویٰ ہر وقت اللہ کے خوف سے اس کے احکام پر عمل اور اس کی نافرمانی سے بچنے کا نام ہے۔ احسان بھی یہی ہے کہ ہر وقت یہ بات دل و دماغ میں حاضر رکھے کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیث جبریل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

احسان کی تفسیر فرمائی : ((أَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ)) [بخاري، الإيمان، باب سؤال جبريل.....: ۵۰] ''احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ یقیناً تمھیں دیکھ رہا ہے۔'' تواضع اور احسان کی صفات رکھنے والوں کے لیے دنیا اور آخرت میں ہر خیر کی بشارت ہے۔ دیکھیے سورۂ بقرہ (۱۱۲)، نساء (۱۲۵) اور لقمان (۲۲) اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں بھی ان خوش نصیبوں میں شامل فرمائے۔ (آمین)4۔ مفسر بقاعی نے '' وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ '' کی واؤ کا ایک نکتہ بیان فرمایا ہے کہ دین کا مدار نذارت و بشارت دونوں پر ہے، اس مقام پر چونکہ حج اور اس کے اعمال قربانی وغیرہ کا ذکر ہے، جو

بشارت سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں، اس لیے نذارت کو حذف کرکے واؤ عطف کے بعد بشارت کا واضح الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔ گویا اصل عبارت یوں تھی:'' فَأَنْذِرْ أَيُّهَا الدَّاعِي ! الْمُسِيْئِيْنَ وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ '' ''سوائے دعوت دینے والے! برائی کرنے والوں کو ڈرا اور نیکی کرنے والوں کو خوش خبری سنا دے۔''

ألغرض ہمیں عید کے دن پر خوشی کا اظہار ضرور کرنا چاہئے ۔ لیکن عید الفطر پر غریبوں کا خیال(حالانکہ یہ خیال تو اسلام نے ہمیشہ رکھنے کو کہا ہے) اور عید الاضحی پر دل کا خیال رکھنا چاہئے ۔ ہمیں جانور کو ذبح کرتے ہی اپنے اندر کی انانیت ،ضد ،عناد، تکبر، حسد اور بد گمانی بھی قربان کرنی چاہئے ۔ یعنی ہمیں اپنی نیت کی

پروا کرنی چاہئے ۔ کیونکہ بحوالہ تفسیر صراط الجنان

نیت کے بغیر عمل محض مشقت اور اخلاص کے بغیر نیت ریاکاری ہے اور یہ منافقت کے لئے کافی اور گناہ کے برابر ہے جبکہ صداقت کے بغیر اخلاص گرد و غبار کے ذرّات ہیں کیونکہ ہر وہ عمل جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے ارادے سے کیا جائے اور اس میں نیت خالص نہ ہو تواس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

’’وَ قَدِمْنَاۤ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا‘‘(فرقان:۲۳) ترجمۂ کنزُالعِرفان:اور انہوں نے جو کوئی عمل کیا ہوگا ہم اس کی طرف قصد کرکے باریک غبار کے بکھرے ہوئے

ذروں کی طرح (بے وقعت) بنادیں گے جو روشندان کی دھوپ میں نظر آتے ہیں ۔

مظلوم عورت

ترے ماتھے پہ یہ آ نچل بہت ہی خوب ہے لیکن
تو اس آنچل سے اک پرچم بنا لیتی تو اچھا تھا

جناب اسرار الحق مجاز صاحب کے اس شعر نے مجھے اتنا متاثر کیا کہ میں شعر کے لفظوں کو سونگھتے ہی جزباتی دنیا میں سیر کرنے لگا۔ اس میں ایک طرف عورت کے شرم و حیا کی بات ہے اور دوسری طرف اس کے بہت اظلام سہ چکنے کے بعد اس کے باغی ہونے کا ذکر ہے ۔ در اصل بات اسطرح ہے کہ عورت تو پردہ دار حیادار اور شرم دار تو ہو سکتی ہے مگر مظلوم مت ہو سکتی! کوئی بھی دھرم یا مذہب انسانیت کے خلاف نہیں ہو سکتا خصوصاً اسلام ۔ اسلام نے تو ہر ایک کو اپنا اپنا حق دے دیا۔ ماں باپ کو اولاد پر اور اولاد کو والدین پر کیا حقوق ہیں۔ بیوی کو شوہر پر اور شوہر

کو بیوی پر کیا حقوق ہیں۔ یہ تو ہمیں اسلام نے
توضیح(demystification)کے ساتھ دن کی
روشنی کی طرح سامنے رکھا۔ یوں تو عورت کو
صنف نازک اور چھپانے کی چیز بھی کہا گیا ہے ۔
لیکن جب چھپانے کی بات آتی ہے تو صرف برقعے
پہ ہی اکتفانہ نہ کیا جائے ۔ بلکہ ہر ساعت اور ہر
گھڑی اس کو پردے میں رہنا چاہئے
۔ یعنی اس کو جلوت کے بجائے خلوت میں رہنا
چاہئے ۔ اگر عورت ایسی شرم دار ، باحیا اور
وفاشعار بھی ہو اور تب بھی وہ پیروں تلے روندی
جاتی ہو۔ اور ظلم کی آگ میں جلائی جاتی ہو ۔ تو
اسکو انصاف کے نگر میں اپنے پامال کئے گئے
حقوق کے حفاظتی نعرے لگانے ہونگے ۔ اس کے
آنچل کو تب پرچم یعنی جھنڑے میں تبدیل ہونا
چاہئے۔ یعنی ظلم و جبر کے خلاف بغاوت کا اعلان

کرنا چاہئے ۔ یہاں تو عورت کو اب بھی بچے جننے
کی مشین اور سسرال کی نوکرانی سمجھا جاتا ہے۔
جبکہ وہ بھی پہلے کسی ماں باپ کی بچی ہوتی ہے ۔
وہ بھی تو انسانیت کے دائیرے میں آتی ہے۔ اسکے
بھی اپنے جذبات ہوتے ہیں۔ وہ بھی ایسے جذبات کہ
(Dandelionسوکھے ہوئے گل قاصدی)

کو چھوا جائے ۔ یہ جاننے کے بعد بھی مرد
حضرات کو عورت پہ ہاتھ اٹھانے میں شرم نہیں آتی
۔ تف ہے ایسے مرد پر جو عورت کو جہیز نہ دینے
اور معمولی باتوں پر حیلے بہانے بنا کر اس پر ہاتھ
اٹھاتا ہے۔ اصل میں اس کو عورت کی نزاکت اور
رفعت معلوم نہیں۔ اگر ہوتی تو اسکو معلوم ہوتا کہ یہ
عورت ہی تو ہے جو پیغمبروں، صحابیوں اور ولیوں
کو جنم دینے والی ہے۔ پھر تو آنکھ اٹھا کے بھی نہ
دیکھتا ۔ ہاتھ اٹھانے کی تو بات ہی نہیں ۔ بہرحال میں

جناب منیر نیازی صاحب کے اس شعر سے اختتام کرنا چاہوں گا ۔

شہر کا تبدیل ہونا شاد رہنا اور اداس

رونقیں جتنی یہاں ہیں عورتوں کے دم سے ہیں۔

انسان

انسان اصل میں اِنسِیان ہے جو اپنا عہد بھول جانے کی سبب سے انسان بن گیا۔ پھر تو وہ الگ مسئلہ ہے

کہ انسان کو نسیان کیوں ہے ۔ وہ بھول کیوں جاتا ہے
۔ لیکن اگر دیکھا جائے تو بھولنا انسان کے لئے
ضروری بھی ہے ۔ کیونکہ اگر انسان بھولے گا نہیں
تو پھر وہ ایک زندہ لاش سے کم نہیں ۔ وہ اگر اچھی
خبر سنے گا تو خوشی سے پھولے نہ سمائے گا اور
اپنے آپ سے باتیں کرنے لگے گا اور اگر کبھی
کوئی لاٹری لگ گئی ۔ پھر تو وہ سوچ کی
دنیامیں اپنی من پسند گاڑیاں خریدے گا اور بڑی
بڑی عمارتیں بنوانے کی سوچ میں ڈوب کے مر
جائے گا ۔ اور اگر بری خبر سنے گا تو پھر کوہِ
غم اس پہ ٹوٹ پڑے گا اور ذہنی پریشانی کا شکار ہو
جائے گا ۔ وہ پھر اپنے آپ سے ایسے باتیں کرنے
لگے گا کہ اسکو کوئی دوسرا نظر نہیں آئے گا ۔
نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ پاگلوں کی طرح شور کرتا
نظر آئے گا اور جانور بھی اس سے مفر ہو جائیں

گے ۔ آخر کاراسے آبِ اجل آ کے لے جائے گا ۔
اسطرح اس دار الفانی کو خیر باد کہے گا ۔ اللہ نے
انسان میں جو بھی خصلت رکھی ہے وہ مفید ہی مفید
ہے ۔ مگر انسان اپنے اصل مقصد کو بھول بیٹھا ۔
ورنہ بقول علامہ اقبالؒ انسان کی سرشت یعنی
فطرت میں تاروں اور چاند کی سی چمک دمک
دکھائی دیتی ہے ۔ اگر چہ وہ یعنی انسان خاک ہی
سے پیدا ہوا ہے ۔ وہؒ فرماتے ہیں ۔

سنا ہے خاک سے تیری نمود ہے لیکن
تری سرشت میں ہے کوکبی و مہتابی

چونکہ انسان غیر حیوانی صفات کا مجموعہ ہے ۔ یہ
اُنس یعنی محبت اور میل جول کے بغیر نہیں رہ
سکتا۔ اور نہ ہی اکیلا ضروریات زندگی کا انتظام کر
سکتا ہے ۔ ایک طرف اگر انسان اشرف المخلوقات
Crown of Creation ہے تو دوسری طرف

غلطیوں کا پتلا ۔ ایک طرف اگر انسان شیطان سے
الگ ہے مگر دوسری طرف شیطان اسکے اندر بسا
ہوا ہے ۔ اسی لئے تو کہتے ہیں کہ یہ انسی شیطان
ہے کیونکہ اس نے اس وقت شیطان کا روپ دھارن
کر لیا ہوتا ہے ۔ اب انسان شیطان صفت بھی ہو سکتا
ہے اور فرشتہ صفت بھی ۔ اسمیں پانی جیسی لطافت
یا پاکی بھی ہے اور آگ جیسا چہرہ بھی ۔ یہی آگ
پھر دو شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے ۔ ایک نارِ غضب
اور دوسرا نارِ ہوس ۔ اسمیں ایک طرف خاک یا مٹی
کی طرح رموزو اسرار چھپانے کی صلاحیت
بھی ہے اور دوسری طرف ہوا کی طرح پر سکون
ماحول بنانے کی قوت بھی ۔ اس انسان کے بھی سو
چہرے ہوتے ہیں ۔ ایک طرف تو یہ صلہ رحمی
کرنے والا ہوتا ہے اور دوسری طرف سے قطع
رحمی کرنے والا ۔ ایک طرف سے اسکے دل میں

عناد، غرور اور حسد نے جڑیں گاڑ لی ہوتی ہیں اور دوسری طرف شفقت ، جاں فشانی ، جذبئہ ایثار اور رحم دلی کے چشمے پھوٹتے ہیں ۔ باالفاظ دیگر انسان ایک کان کی طرح ہوتا ہے جس میں سونا بھی ہوتا ہے اور کوئیلہ بھی ۔ ایک طرف یہ ظالم بھی ہوتا ہے اور دوسری طرف مظلوم بھی ۔ ایک طرف سے خون پسینہ ایک کر کے اپنی روزی روٹی کمانے والا ہوتا ہے اور دوسری طرف ایک ہی جگہ بیٹھ کر اپنے جیب بھروانے والا ۔ ایک طرف لوہے جیسا سخت اور دوسری طرف ریشم جیسا نرم ۔ ایک طرف منافق اور دوسری طرف مثالی ۔ ایک طرف قارون کے خزانوں پہ شہمار جیسا بیٹھنا اور دوسری طرف خدمتِ خلق کے لئے پیش پیش رہنا ۔ کتنا اچھا رہتا اگر خدمت خلق کو ہی اپنا شِعار بنا لیتا اور پھر مخدوم ، مربی اور محسن کے زمرے میں آجاتا ۔

اس کی عکاسی حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ کے اس شعر سے ہوتی ہے -

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

ہر کہ خود را دید او محروم شد

نعت - ایک تجزیاتی مطالعہ

کسی بھی لفظ پہ بحث و مباحثہ یا تجزیہ کرنے سے پہلے لکھنے والے کو چاہئے کہ وہ اس لفظ کی تاریخ

اور تعریف پر   غائر نظر رکھتا ہو ۔ میں نے یہی بات ذہن میں رکھتے ہوئے یہ مناسب سمجھا کہ پہلے لفظ نعت کی تاریخ اور بعد میں اس کے لغوی اور اصطلاحی معنی پہ روشنی ڈالوں ۔

لفظ نعت کا تاریخی پس منظر :-

اگرچہ اس امر کا تعین کرنا مشکل ہے کہ نبی آخر الزمانﷺ کے وصف میں سب سے پہلے کس اور کب نعت کا لفظ استعمال کیا ۔ تاہم سیرت اور احادیث کی کتب میں چند ایسی روایات مل جاتی ہیں جن سے کسی حد تک اس لفظ کے اولین استعمال سے متعلق سراغ مل جاتا ہے ۔ اس سلسلے میں" شمائل ترمزی" کی وہ طویل حدیث سب سے پہلے سامنے آجاتی ہے جس میں حضرت علیؓ نے نبی بر حقﷺ کے وصف کے لئے یہ لفظ استعمال کیا ۔ اس حدیث کو بنیاد بناتے ہوئے ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق اپنی کتاب" اردو

میں نعتیہ شاعری" کے صفہ نمبر ۳۰ اور ۳۱ پر اسطرح لکھا ہے کہ : "غالباً اسلامی ادب میں اس معنی میں اس معنی میں اس کا استعمال پہلی دفعہ کیا گیا ہے ۔اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے حضرت علیؓ نے اپنے لئے بجائے وصف کےناعت استعمال کیا ہے ۔ اس طویل حدیث کا خاتمہ ان الفاظ پر ہوتا ہے

من رآه بديهة هابه ومن خالطه معرفة أحبه يقول ناعته لم أر قبله ولا بعده مثله ﷺ

(ترجمہ: آپ ﷺ پر یکا یک جس کی نظر پڑتی ہے ہیبت کھتا ہے ۔ جو آپ ﷺ سے تعلقات بڑھاتا ہے، محبت کرتا ہے۔ آپﷺ کا وصف (نعت) بیان کرنے والا(ناعت) کہتا ہے کہ آپﷺ سے پہلے نہ آپﷺ کے جیسا دیکھا اور نہ آپ ﷺ کے بعد آپﷺ جیسا دیکھا۔"

یہ حدیث جامع ترمذی میں حدیث نمبر 3638 کے تحت آیا ہے ۔ جس کا عربی متن اور اردو ترجمہ یوں ہے ۔ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ أَبِي حَلِيمَةَ مِنْ قَصْرِ الْأَحْنَفِ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، الْمَعْنَى وَاحِدٌ، قَالُوا: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ مَوْلَى غُفْرَةَ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ مِنْ وَلَدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: كَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذَا وَصَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَمْ يَكُنْ بِالطَّوِيلِ الْمُمَّغِطِ وَلَا بِالْقَصِيرِ الْمُتَرَدِّدِ، وَكَانَ رَبْعَةً مِنَ الْقَوْمِ، وَلَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبِطِ، كَانَ جَعْدًا رَجِلًا وَلَمْ يَكُنْ بِالْمُطَهَّمِ وَلَا بِالْمُكَلْثَمِ، وَكَانَ فِي الْوَجْهِ تَدْوِيرٌ أَبْيَضُ مُشْرَبٌ، أَدْعَجُ الْعَيْنَيْنِ أَهْدَبُ الْأَشْفَارِ، جَلِيلُ الْمُشَاشِ وَالْكَتَدِ أَجْرَدُ ذُو مَسْرُبَةٍ، شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ، إِذَا مَشَى تَقَلَّعَ كَأَنَّمَا يَمْشِي فِي صَبَبٍ، وَإِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ مَعًا بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ، وَهُوَ خَاتَمُ

النَّبِيّينَ، أَجْوَدُ النَّاسِ كَفًّا، وَأَشْرَحُهُمْ صَدْرًا، وَأَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً، وَأَلْيَنُهُمْ عَرِيكَةً، وَأَكْرَمُهُمْ عِشْرَةً، مَنْ رَآهُ بَدِيهَةً هَابَهُ، وَمَنْ خَالَطَهُ مَعْرِفَةً أَحَبَّهُ، يَقُولُ نَاعِتُهُ: لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ . قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَسَنٌ غَرِيبٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ، قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: سَمِعْتُ الْأَصْمَعِيَّ يَقُولُ فِي تَفْسِيرِهِ صِفَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
الْمُمَّغِطُ الذَّاهِبُ طُولًا، وَسَمِعْتُ أَعْرَابِيًّا يَقُولُ: تَمَغَّطَ فِي نُشَّابَةٍ أَيْ مَدَّهَا مَدًّا شَدِيدًا، وَأَمَّا الْمُتَرَدِّدُ: فَالدَّاخِلُ بَعْضُهُ فِي بَعْضٍ قِصَرًا، وَأَمَّا الْقَطَطُ فَالشَّدِيدُ الْجُعُودَةِ، وَالرَّجِلُ الَّذِي فِي شَعْرِهِ حُجُونَةٌ أَيْ يَنْحَنِي قَلِيلًا، وَأَمَّا الْمُطَهَّمُ فَالْبَادِنُ الْكَثِيرُ اللَّحْمِ، وَأَمَّا الْمُكَلْثَمُ فَالْمُدَوَّرُ الْوَجْهِ، وَأَمَّا الْمُشْرَبُ فَهُوَ الَّذِي فِي نَاصِيَتِهِ حُمْرَةٌ، وَالْأَدْعَجُ الشَّدِيدُ سَوَادِ الْعَيْنِ، وَالْأَهْدَبُ الطَّوِيلُ الْأَشْفَارِ، وَالْكَتَدُ مُجْتَمَعُ الْكَتِفَيْنِ وَهُوَ الْكَاهِلُ، وَالْمَسْرُبَةُ هُوَ الشَّعْرُ الدَّقِيقُ الَّذِي هُوَ كَأَنَّهُ قَضِيبٌ مِنَ الصَّدْرِ إِلَى السُّرَّةِ، وَالشَّثْنُ الْغَلِيظُ

الْأَصَابِعِ مِنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ، وَالتَّقَلُّعُ أَنْ يَمْشِيَ بِقُوَّةٍ، وَالصَّبَبُ الْحُدُورُ، يَقُولُ: انْحَدَرْنَا فِي صَبُوبٍ وَصَبَبٍ وَقَوْلُهُ: جَلِيلُ الْمُشَاشِ يُرِيدُ رُءُوسَ الْمَنَاكِبِ، وَالْعِشْرَةُ الصُّحْبَةُ، وَالْعَشِيرُ الصَّاحِبُ، وَالْبَدِيهَةُ الْمُفَاجَأَةُ يُقَالُ بَدَهْتُهُ بِأَمْرٍ أَيْ فَجَأْتُهُ.

علی رضی اللہ عنہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرتے تو کہتے: نہ آپ بہت لمبے تھے نہ بہت پستہ قد، بلکہ لوگوں میں درمیانی قد کے تھے، آپ کے بال نہ بہت گھونگھریالے تھے نہ بالکل سیدھے، بلکہ ان دونوں کے بیچ میں تھے، نہ آپ بہت موٹے تھے اور نہ چہرہ بالکل گول تھا، ہاں اس میں کچھ گولائی ضرور تھی، آپ گورے سفید سرخی مائل، سیاہ چشم، لمبی پلکوں والے، بڑے جوڑوں والے اور بڑے شانہ والے تھے، آپ کے جسم پر زیادہ بال نہیں تھے، صرف بالوں کا ایک

خط سینہ سے ناف تک کھنچا ہوا تھا، دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم گوشت سے پُر تھے جب چلتے زمین پر پیر جما کر چلتے، پلٹتے تو پورے بدن کے ساتھ پلٹتے، آپ کے دونوں شانوں کے بیچ میں مہر نبوت تھی، آپ خاتم النبیین تھے، لوگوں میں آپ سب سے زیادہ سخی تھے، آپ کھلے دل کے تھے، یعنی آپ کا سینہ بغض و حسد سے آئینہ کے مانند پاک و صاف ہوتا تھا، اور سب سے زیادہ سچ بولنے والے، نرم مزاج اور سب سے بہتر رہن سہن والے تھے، جو آپ کو یکایک دیکھتا ڈر جاتا اور جو آپ کو جان اور سمجھ کر آپ سے گھل مل جاتا وہ آپ سے محبت کرنے لگتا، آپ کی توصیف کرنے والا کہتا: نہ آپ سے پہلے میں نے کسی کو آپ جیسا دیکھا ہے اور نہ آپ کے بعد۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

امام ترمذی کہتے ہیں: ۱- یہ حدیث حسن غریب ہے،

اس کی سند متصل نہیں ہے، ۲- (نسائی کے شیخ) ابو جعفر کہتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کی تفسیر میں اصمعی کو کہتے ہوئے سنا کہ الممغط کے معنی لمبائی میں جانے والے کے ہیں، میں نے ایک اعرابی کو سنا وہ کہہ رہا تھا تمغط فی نشابة یعنی اس نے اپنا تیر بہت زیادہ کھینچا اور متردد ایسا شخص ہے جس کا بدن ٹھنگنے پن کی وجہ سے بعض بعض میں گھسا ہوا ہو اور قطط سخت گھونگھریالے بال کو کہتے ہیں، اور رَجِل اس آدمی کو کہتے ہیں جس کے بالوں میں تھوڑی خمید گی ہو اور مطہم ایسے جسم والے کو کہتے ہیں جو موٹا اور زیادہ گوشت والا ہو اور مکلثم جس کا چہرہ گول ہو اور مشدب وہ شخص ہے جس کی پیشانی میں سرخی ہو اور ادعج وہ شخص ہے جس کے آنکھوں کی سیاہی خوب کالی ہو اور اہدب

وہ ہے جس کی پلکیں لمبی ہوں اور کتد دونوں شانوں کے ملنے کی جگہ کو کہتے ہیں اور مسربۃ وہ باریک بال ہیں جو ایک خط کی طرح سینہ سے ناف تک چلے گئے ہوں اور شثن وہ شخص ہے جس کے ہتھیلیوں اور پیروں کی انگلیاں موٹی ہوں، اور تقلع سے مراد پیر جما جما کر طاقت سے چلنا ہے اور صبب اترنے کے معنی میں ہے، عرب کہتے ہیں انحدر نافی صبوب وصبب یعنی ہم بلندی سے اترے جلیل المشاش سے مراد شانوں کے سرے ہیں، یعنی آپ بلند شانہ والے تھے، اور عشرۃ سے مراد رہن سہن ہے اور عشیرہ کے معنیٰ رہن سہن والے کے ہیں اور بدیهۃ کے معنی یکایک اور یکبارگی کے ہیں، عرب کہتے ہیں بَدَهْتُهُ بِأَمْرٍ میں ایک معاملہ کو لے کر اس کے پاس اچانک آیا۔

اب ملاحظہ فرمائیں "الأنوار في شمائل النبي المختار" جس کے مؤلف: محيي السنة الحسين بن مسعود البغوي

حديث نمبر 363

کے تحت اور صفہ نمبر 285 پر درج ذیل عبارت پیش کرتے ہیں -

وحدثنا المطهر بن علي أنا محمد بن إبراهيم أنا عبد الله الحريش الكلابي نا أحمد بن عبد الله المخرومي نا عيسى بن يونس عن عُمَرَ بن عبد الله مولى غفرة حدثني إبراهيم بن محمد من ولد علي قال : كان علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه إذا وصف النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال :

كان أجود الناس كفاً ، وأجرأ الناس صدراً ، وأصدق الناس لهجة ، وأوفاهم بذمة ، وألينهم عريكة ، وأكرمهم عشيرة ، من رأه بديهة هابه ، ومن خالطه معرفة أحبّه

. يقول ناعتُه : لم أر قبله ولا بعده مثله صلى الله تعالى عليه وسلم

ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق صاحب کو قران مجید کے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۸۹ پر نظر کیوں نہ پڑی ۔ یہ تو میں نہیں کہ سکتا ۔ اسکے بارے میں وہ ہی جانے ۔ دراصل درج بالا آیت میں اللہ تعالیٰ اس واقعے کی طرف اشارہ دیتا ہے جب یہود پیارے آقا ﷺ کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کر کے دعا کیا کرتے تھے ۔اور وہ دعا قبول ہوتی تھی۔ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۸۹ تفسیر کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں ۔
وَ لَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْۙ-وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِیْنَ كَفَرُوْاۚ-فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ٘-فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ(89)

ترجمۂ کنز الایمان

اور جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب (قرآن)آئی جو ان کے ساتھ والی کتاب (توریت) کی تصدیق فرماتی ہے اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر ۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی بر حقﷺ کے وسیلہ سے یہودی دعا کرتے تھے ۔اب یہاں
دو مسائل پیدا ہوتے ہیں ۔ اولاً یہ کہ آیا یہ یہودی ہی تھے جن کے بارے میں سورۃ البقرہ آیت نمبر ۸۹ میں تذکرہ ہوا یا نہیں اور ثانیاً یہ کہ یہاں لفظ نعت تو بظاہر نظر نہیں آتا ۔ اول الذکر کا جواب سورۃ البقرہ آیت نمبر ۷۸(87) و آیت نمبر ۸۸ (88)میں ہے ۔جو اس طرح ہے ۔

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ قَفَّیْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ٘-وَ اٰتَیْنَا عِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَ اَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِؕ-اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْۚ-فَفَرِیْقًا كَذَّبْتُمْ٘-وَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ(87)

ترجمۂ کنز الایمان

اور بے شک ہم نے موسٰی کو کتاب عطا کی اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور ہم نے عیسٰی بن مریم کو کھلی نشانیاں عطا فرمائیں اور پاک روح سے اس کی مدد کی تو کیا جب تمہارے پاس کوئی رسول وہ لے کر آئے جو تمہارے نفس کی خواہش نہیں تکبر کرتے ہوتو ان میں ایک گروہ کو تم جھٹلاتے اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہو۔

وَ قَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌؕ-بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِیْلًا مَّا یُؤْمِنُوْنَ(88)

ترجمۂ کنز الایمان

اور یہودی بولے ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہیں بلکہ اللہ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو ان میں تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔

اور آیت نبر 88 کی تفسیر سے بھی یہ ثابت ہے کہ یہ لوگ یہودی ہی تھے جو نبی برحقﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگا کرتے تھے ۔ تفسیر صراط الجنان میں مفتی محمد قاسم عطاری اس آیت کے تحت تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

{**مُصَدِّقٌ: تصدیق کرنے والی۔}** قرآن پاک گزشتہ کتابوں کی تصدیق کرنے والی کتاب ہے کہ وہ کتابیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ نیز ان کتابوں نے قرآن کے نازل ہونے کی خبر دی تھی، قرآن کے آنے سے وہ خبریں سچی ہوگئیں۔

{مَا عَرَفُوْا: جانا پہچانا نبی۔} شانِ نزول: امام الانبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف

آوری اور قرآن کریم کے نزول سے پہلے یہودی اپنی حاجات کے لیے حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نامِ پاک کے وسیلہ سے دعا کرتے اور کامیاب ہوتے تھے اور اس طرح دعا کیا کرتے تھے۔"اَللّٰھُمَّ افْتَحْ عَلَیْنَا وَانْصُرْنَا بِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ" یارب! ہمیں نبی امی کے صدقہ میں فتح و نصرت عطا فرما۔ اس آیت میں یہودیوں کو وہ واقعات یاد دلائے جارہے ہیں کہ پہلے تم ان کے نام کے طفیل دعائیں مانگتے تھے، اب جب وہ نبی تشریف لے آئے تو تم ان کے منکر ہوگئے۔(تفسیر کبیر، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۸۹، ۱ / ۵۹۸-۵۹۹، جلالین مع جمل، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۸۹، ۱ / ۱۱۵، ملتقطاً)

مخلوق کی حاجت روائی کاوسیلہ:

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں تشریف آوری سے پہلے ہی حضور پرنورصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

وَسَلَّمَ کے توسل سے دعائیں مانگی جاتی تھیں اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وسیلے سے پہلے ہی مخلوق کی حاجت روائی ہوتی تھی۔یہ سلسلہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری کے بعد ظاہری حیاتِ مبارکہ میں بھی جاری رہا کہ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وسیلے سے دعائیں مانگتے تھے بلکہ اپنے وسیلے سے دعا مانگنے کی تعلیم خود حضور پر نورصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو دی، اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہ وَسَلَّمَ کے وصالِ ظاہری کے بعد بھی صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کایہ معمول رہا اورسلف و صالحین کایہ طریقہ تب سے اب تک جاری ہے

اور ان شآء اللہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ اعلی حضرت رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں : ؎

وہ جہنم میں گیا جو اُن سے مستغنی ہوا

ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

یہ تھی بحث اس پہ کہ آیا یہ ہیودی ہی تھے جو حضرت محمد ﷺ کے توسل سے دعائیں مانگا کرتے تھے یا نہیں ۔

مؤخر الذکر کا جواب امام الکبیر ابو محمد حسین بن مسعود الفرأ بغوی شافعی رحم اللہ متوفی

(433AH or 436AH – 516AH

کے تفسیر بغوی المعروف معالم التنزیل سے ملے گا

لیکن یہاں پہ یہ بات غور طلب ہے کہ جہانِ حمد و نعت (حمدیہ و نعتیہ ادب کے فروغ و اشاعت کے

لئے وقف ادبی و تحقیقی مجلّہ) جلد 1 ، شمارہ 1،
رمضان المبارک 1440ھ(مئی - جون 2019 ء) کے
صفہ نمبر 96 پر جو حوالہ دیا گیا ہے وہ میں نے
اس حوالے سے صحیح نہیں پایا ۔ حوالہ اور الفاظ
اسطرح ہے ۔

اللهم انصرنا بالنبي المبعوث في آخر الزمان الذي نجد
نعته وصفته في التوراة (ترجمہ : اے اللہ ہماری مدد
فرما اس نبی پاک ﷺ کے وسیلہ سے جو آخر زمانہ
میں مبعوث ہوں گے اور جن کی نعت اور صفت ہم
توراۃ میں پاتے ہیں)

(تفسیر جلالین اردو ترجمہ مفتی عزیز الرحمٰن
عثمانی جلد اول ص 77)

میں نے اس کے برعکس تفسیر جلالین میں دیکھا ۔
ایک اور بات ہے۔ وہ یہ کہ یہ تفسیر روح القرآن مع
تفسیر جلالین ہے نہ کہ صرف تفسیر جلالین ۔ جسکا

اردو ترجمہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی نے ہی کیا ۔ یہاں جو عربی متن اور اردو ترجمہ صفہ نمبر 92 پہ دیکھنے کو ملتا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں ۔

اَللّٰھُمَّ انصُرنَا عَلَیھِم بِاللنّبي المَبعُوثِ اٰخِرِ الزَّمَانِ فَلمَّا جاۤءَھُم مَا عَرَفُوا مِنَ الحَقّ وَھُوَ بِعثۃُ النَّبي صلی اللہ علیہ وسلم کَفَرُو بہٖ حَسَدًا وَخَوفًا عَلَی الرِّیَاسَۃِ ۔ وَجَوَابُ لَمَّا الأولیٰ دَلّ عَلَیْہِ جَوَابُ الثّانِیۃِ فَلَعْنَۃُ اللہِ عَلَی الْکَافِرِینَ)

ترجمہ :اے اللہ کافروں پر ہم کو غلبہ دے بہ برکت نبی آخر الزماںﷺ کے۔ پھر جب آیا انکو وہ جسکو انہوں
نے پہچانا ۔حسد اور ریاست کے جاتے رہنے کے اندیشہ

سے اس کا انکار کیا سواللہ کی پھٹکار ہو کافروں پر

-

اس حوالے سے یہ معلوم ہوا کہ یہاں نعت لفظ موجود نہیں ہے۔ اب سورۃ البقرۃ آیت نمبر 89 کا تفسیر (تفسیر بغوی) ملاحظہ فرمائیں ۔

(ولما جاءهم (مصدق) موافق (لما معهم) يعني التوراة (وكانوا) يعني اليهود (من قبل) قبل مبعث محمد صلى الله عليه وسلم (يستفتحون) يستنصرون (على الذين كفروا) على مشركي العرب ، وذلك أنهم كانوا يقولون إذا حزبهم أمر ودهمهم عدو : اللهم انصرنا عليهم بالنبي المبعوث في آخر الزمان ، الذي نجد صفته في التوراة ، فكانوا ينصرون ، وكانوا يقولون لأعدائهم من المشركين قد أظل زمان نبي يخرج بتصديق ما قلنا فنقتلكم معه قتل عاد وثمود وإرم (فلما جاءهم ما عرفوا) يعني محمدا صلى الله عليه وسلم من

غير بني إسرائيل وعرفوا نعته وصفته (كفروا به) بغيا وحسدا . (فلعنة الله على الكافرين)
ترجمہ

:

"ولما جاء هم كتاب من عند الله" كتاب سے مراد قرآن كريم ہے۔ مصدق لما معهم یعنی تورات و كانو یعنی یہود (تھے) (من قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم كی بعثت سے پہلے ۔ یستفتحون نصرت طلب كرتے علی الذین كفروا مشركین عرب پر اور یہ اس طرح جب كوئی بات ان كو غم میں ڈالتی یا دشمن ان پر چڑھ دوڑتا تو وہ كہتے یا
اللہ! ہماری اس نبی آخرالزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بھیجے ہوئے كی بركت سے نصرت فرما جس كا بیان ہم تورات میں پاتے ہیں ۔ پس ان كی نصرت كی جاتی تھی اور مشرك دشمنوں كو كہتے تھے كہ

اس نبی کی تشریف آوری کا وقت قریب آچکا ہے جو ہماری باتوں کی تصدیق لے کر آئیں گے۔ تو ہم ان کے ساتھ مل کر تمہیں ایسا قتل کریں گے جیسے کہ قوم عاد، قوم ثمود اور ارم کو قتل کیا جارہا ہو۔ فلما جاءھم ماعرفوا یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ بنی اسرائیل سے نہ تھے اور یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی تعریف و توصیف کو جان لیا۔ "کفروا به سرکشی اور حسد کی وجہ سے منکر ہو بیٹھے " فلعنة الله علی الکافرین"تو اللہ کی لعنت منکروں پر

یہود کے حسد اور سرکشی کے بارے میں مفسر جناب غلام رسول سعیدی صاحب تفسیر تبیان القرآن میں سورۃ البقرۃ آیت نمبر 89 کے تحت یوں فرماتے ہیں -

نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں جو یہودے تھے وہ یہ جانتے تھے کہ تورات میں حضرت سیدنا محمد ﷺ کے مبعوث ہونے کی ہی بشارت دی گئی ہے لیکن وہ حسد اور سرکشی کی وجہ سے ایمان نہیں لائے اور ان کو یہ ڈر تھا کہ اگر وہ آپ پر ایمان لے آئے تو انکو جو نظرانے ملتے تھے اور وہ مجرموں سے جو رشوتیں وصول کرتے تھے وہ بند ہو جائیں گی اور عام یہودیوں پر جو علماء یہود کی ریاست تھی وہ ختم ہو جائے گی اور وہ اسکو ناپسند کرتے تھے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس پر وحی نازل کر دے ۔انکی خواہش تھی کہ بنو اسرائیل ہی میں سے وہ نبی مبعوث ہو ۔ انہوں نے پہلے نبیوں کا بھی انکار کیا اور اب ہمارے نبی ﷺکو نہ مان کر نیا انکار کیا ۔ اللہ تعالی نے دنیا میں انکو ذلت کی زندگی دی اور آخرت میں انکو ذلیل کرنے

والے عذاب کا مستحق قرار دیا۔ ۔اس سے معلوم ہوا
کہ حسد اور سرکشی حرام ہے اور حسد کی وجہ
سے انسان اللہ کی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے ۔
کیونکہ حسد کرنے کی وجہ سے بنو اسرائیل دولت
ایمان سے محروم رہ گئے ۔ اور اللہ تعالی نے فرمایا :
انکو ذلیل کرنے والا عذاب ہو گا۔ اس سے معلوم ہوا
کہ ذلت اور اھانت والا عذاب کفار کے ساتھ خاص
ہے ۔اگر بعض گنہ گاروں کو عذاب ہوا تو وہ ذلت
اور اھانت والا عذاب نہیں ہو گا بلکہ وہ انکی طہارت
اور پاگیزگی کا سبب ہو گا ۔
بات طویل نہیں نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن مناسب یہی
سمجھا کہ بات سے بات نکالوں تاکہ شک کرنے کی
گنجائش نہ رہے ۔ ہاں یہ بات تو مسلّم ہے کہ تحقیق
میں کوئی فیصلہ حتمی نہں ہوتا ہے ۔البتہ میں نے
اپنی طرف سے بات کو قارئین و سامعین کے سامنے

پیش رکھا ۔ باقی یہ ان تک ہے کہ میں کہاں تک صحیح ہوں اور کہاں تک غلط ۔

اب ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ نعت کا لفظ تفسیر بغوی میں ہے نہ کہ تفسیر جلالین میں ۔ اور مختلف روایات کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نعت کا لفظ حضرت علیؓ کی متذکرہ بالا روایات سے بہت قبل بلکہ نبی رحمتﷺ کی ولادت سے پہلے یہودیوں کی دعاؤں میں آپﷺ کی مدح و توصف اور اوصاف و خصائص کے حوالے سے وقتاًفوقتاً استعمال ہوتا رہا ہے۔

نعت کےمعانی و مفہوم عربی اور اردو لغات میں:

)لغت کے مصنف Arabic into Englishالمورد (

ڈاکٹر روحی بالباکی نے جو لفظِ نعت پہ صفہ نمبر

1180 پر بیان کیا ہے وہ کچھ اسطرح ہے ۔

نَعَتَTo describe ,Qualify, : وَصَفَ ,

Characterize

نَعتDescription ,Qualification, : وَصف,

Characterization

اس سے ہمیں یہی معلوم ہوا کہ نَعَتَ یا وَصَفَ فعل ہے اور نَعت یا وَصف اسم ہے

) کے مصنف Arabic into Urduالقموس الوحید(

مولانا وحید الزماں قاسمی کیرانوی نے صفہ نمبر 1671 پر لفظ نعت پہ اسطرح تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ۔

نعتہ نعتاً : تعریف کرنا ، صفت بیان کرنا

نعتہ بالکرم : اس نے اس کے کرم کی تعریف کی ۔

نَعُتَ ۔ نَعَاتَۃً: قابل تعریف اور قابل ذکر ہونا ، مَا کانَ نَعتاً ولقد نَعُتَ: وہ اچھا نہیں تھا مگر اب قابل تعریف

ہو گیا ۔

انعَتَ : قابل تعریف ہونا ۔

انعَتَ وجھُہٗ و انعَتَت خِصَالُہ : اچھی شکل و صورت والا ہونا ۔ اچھے اخلاق والا ہونا

انتعَتَ الفَرَسُ : گھوڑے کا اصیل ہونا ، عمدہ نسل کا ہونا ۔

تَنَاعَتَہٗ النّاسُ: لوگوں کا کسی کی تعریف کرنا, اوصاف بیان کرنا

تَنَعَّتَہٗ: وصف بیان کرنا

اِستَنعَتہٗ : کسی کی تعریف کرانا ، وصف بیان کرنے کو کہنا کسی کی صفت معلوم کرنا ۔

المَنعَتُ: وصف ، صفت (ج) مَناعِتُ

لَہٗ مَناعِتُ جَمِیلَۃٌ : اس میں عمدہ اوصاف ہیں ۔

المَنعُوتُ : با وصف

اَلنَّعتُ : صفت (ج) نُعُوتٌ ، شیءٌ نعتٌ : بہت

عمدہ چیز

فَرَسُٗ نعثُٗ : بہت عمدہ یا تیز رو گھوڑا، دوڑ میں بازی لے جانے والا گھوڑا

فلانُٗ نعثُٗ : سر بلند آدمی

اِمرَاَۃ نَعثَۃُٗ : انتہائی حسین عورت

النَّعِیثُ : فرسُٗ نَعِیثُٗ اصیل تیز رو گھوڑا

رَجُلُٗ نَعِیثُٗ : شریف اور پیش رو آدمی

(المنجد Arabic into Urdu کے مرتّب لوئیس معلوف اور مُتَرجِم مولانا عبد الحفیظ بلیاوی)

لفظ نعت کے بارے میں صفہ نمبر ۹۰۵ پر اسطرح بیان کرتے ہیں ۔

نَعتاً : تعریف کرنا ، بیان کرنا (اور اکثر اس کا استعمال صفات حسنہ کے لئے ہوتا ہے)

نَعُتَ : عمدہ صفات والا ہونا ۔

اَنعَتَ الرَّجُل : خوبصورت چہرہ والا ہونا ، عمدہ خصلتوں والا ہونا

اَلنَّعت : تعریف (ج) نُعُوت

جامع اللغات کے مرتّب خواجہ عبد المجید" جامع اللغات" کے جلد دوم میں صفہ نمبر ۱۹٦۵ پر لفظ نعت کے بارے میں یوں وضاحت کرتے ہیں۔

نعت (ع- مونث) : صفت و ثنا، تعریف - مدح و ثنا خصوصاً پیغبرﷺ کی تعریف کے متعلق استعمال ہوتا ہے (نَعَتَ۔ بیان کرنا) نعت پڑھنا: پیغبر ﷺ کی تعریف شعروں میں ادا کرنا ۔ نعت خواں (صفت) نعت پڑھنے والا ۔ نعت خوانی (مونث) نعت پڑھنا ۔ نعتیہ (مونث):تعریفی(نظم) وہ جو نعت میں ہو(نظم)

اردو الفاظ کی سہ لسانی(اردو ، ہندی اور انگریزی)

لغت یعنی ریختہ ڈکشنری کا لفظ نعت کے بارے میں کیا خیال ہے ۔ملاحظہ فرمائیں ۔

اسم، مؤنث ، (ج) نعتیں :

وصف، تعریف بیان کرنا

وہ موزوں کلام جس میں آنحضرت ﷺ کی مدح و تعریف کی گئی ہو یا آپ ﷺ کے اوصاف و شمائل کا بیان ہو ۔ نیز حضور ﷺ کی ذات یا ان سے منسوب کسی چیز سے محبت و عقیدت کا اظہار ہو

۔

انگریزی میں ریختہ لغت کا نعت کے بارے میں کیا کہنا ہے۔ وہ بھی ملاحظہ فرمائیں ۔

Noun, Feminine

•a descriptive epithet

•praise, eulogium, encomium (esp.of

the prophet Moḥammad), poem
in praise of Prophet Mohammad

لغات کا مطالعہ کرنے سے ہمیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ نعت کے معنی وصف کے ہیں ۔ اس کا جمع نُعُوت(اور نعتیں) ہے ۔ جب ہم کسی چیز کے وصف میں مبالغہ سے کام لیں تو اس وقت نعت کا لفظ استعمال ہوتا ہے ۔ وصف میں جو کچھ کہا جائے ۔ اسے بھی نعت ہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وصف بیان کرنے والے کو ناعت کہتے ہیں ۔ اور اسکی جمع نعات ہے ۔ جہاں تک سرکارِ دو عالم ﷺ کے اوصاف بیان کرنے کا تعلق ہے تو بقولہ تو بقولہ پروفیسر ڈاکٹر سیّد رفیع الدین اشفاق ۔" نعت کے معنی یوں تو وصف کے ہیں ۔ لیکن ہمارے ادب میں اس کا استعمال مجازاً صرف حضرت رسول کریم سیّد المرسلین ﷺ کے وصف، محمود و ثنا کے لئے

ہوا ہے ۔ جس کا تعلق دینی احساس اور عقیدت مندی سے ہے ۔ لہٰذا اسے خالص دینی اور اسلامی ادب میں شمار کیا جائے گا ۔ (اردو میں نعتیہ شاعری، از ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق ، ص : ۳۰)

چونکہ نعت کا لفظ عربی اور فارسی سے اردو تک آتے آتے ایک خاص اصطلاحی مفہوم کا حامل بن گیا اور اصطلاحاً اس سے مراد اردو میں ایک خاص قسم کی شاعری لی جانے لگی ۔ جس میں سرکارِ دو عالم کی ذاتِ اقدس اور اوصافِ حمیدہ کا بیان تعریف و توصیف کی شکل میں ہو ۔ نعت کا تعلق چونکہ موضوع اور مضمون سے ہے ۔ خارجی ہیت و تکنیک سے نہیں ۔ لہٰذا جب اس لفظ کا استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے وہ تمام ذخیرہ مراد ہوتا ہے ۔ جو نبی برحق ﷺ کے فضائل ، مناقب اور شمائل پر مشتمل ہو ۔ مضمون کے علاوہ نعت میں زبان و بیان

کا لحاظ بھی ضروری ہے

۔ سید وحید

اشرف کچھوچھوی اپنی تصنیف" اردو زبان میں نعت گوئی کا فن اور تجلّیات " میں نعت کے بارے میں صفہ نمبر ۸ پر اس طرح رقمطراز ہیں ۔

رحمة للعلمین ، خاتم النبیین، سرورکائنات، خلاصہ موجودات ،سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وستائش کا نام نعت ہے ۔ نعت نثر میں بھی ہو سکتی ہے اور نظم میں بھی ۔ لیکن نعت بطور اصطلاح شعر ہی کیلئے استعمال کی جاتی ہے ۔ اور ایسی شاعری کو جس میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کی گئی ہو نعتیہ شاعری کہتے ہیں ۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے اشعار اور نعتیہ اشعار کو پسند فرمایا ہے کیونکہ مصنوع کی تعریف اصل میں

صانع کی تعریف ہے اور اس لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ تعریف کے مستحق ہیں ۔ سید وحید اشرف کچھوچھوی صاحب نے جو یہ لکھا کہ خود حضور ﷺ نے اچھے اشعار کو پسند فرمایا ۔ یہ انہوں نے ایسے ہی ہوا میں تیر نہیں چلایا ۔ انہوں نے بھی پہلے احادیث کا مطالعہ کیا ہو گا ۔ پھر یہ بات کہی ہو گی ۔ جہاں تک میرے مطالعے کا تعلق ہے ۔ ابن ماجہ کےحدیث نمبر 3756 میں حضرت ابن عباس ؓ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ شعروں میں حکمت کی باتیں بھی ہوتی ہیں ۔ اس حدیث کا عربی متن یوں ہے ۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكَمًا

اسی طرح ایک اور حدیث میں شعر کو حکمت سے

تعبیر کیا گیا ۔ اسکے لئے ابو داؤد کا حدیث نمبر 5011 ملاحظہ فرمائیں ۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ : إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا، وَإِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمًا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک بدوی نبی اکرمﷺ کی خدمت میں آیا اور اپنے مخصوص انداز میں باتیں کرنے لگا تو رسول اللہﷺ نے فرمایا : " بلاشبہ کئی بیان جادو ہوتے ہیں اور بلاشبہ کئی شعر حکمت ہوتے ہیں

"۔

حضرت محمد ﷺ نےصرف حکمتِ شعر ہی کے بارے میں نہیں فرمایا بلکہ شعر کو پسند بھی کیا ۔

اس کے بارے میں ابن ماجہ کےحدیث نمبر 3757 میں یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیں ۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيدٍ أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللَّهَ بَاطِلُ وَكَادَ أُمَيَّةُ بْنُ أَبِي الصَّلْتِ أَنْ يُسْلِمَ

حضرت ابوہریرہ ؓ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں ۔ "سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی ہے وہ لبید کا یہ مصرعہ ہے : (أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللہ ، بَاطِلُ) خبر دار اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز فانی ہے۔ اور امیہ بن ابوصلت (نامی شاعر) مسلمان ہونے کے قریب تھا ۔ (ترجمہ از : شرح سنن ابن ماجہ ، مترجم : ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر ۔ شارح : علامہ محمد لیاقت علی

رضوی ۔)

بات کو طویل بنائے بغیر میں سید وحید اشرف کچھوچھوی کی لکھی ہوئی بات سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے اندر کی بات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں ۔ وہ اپنی کتاب " اردو میں نعت گوئی کا فن اور تجلّیات "کے صفحہ نمبر ۹ پر اسطرح رقمطراز ہیں ۔ " نعتیہ شاعری کا سب سے مشکل مرحلہ وہ ہے ۔ جس کا تعلق شاعر کے اپنے جذبات سے ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ہر قدم پر ادب کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے ۔ بارگاہِ نبوت میں ذرا بھی بے ادبی آدمی کے سارے اعمال کو بے کار کر سکتی ہے ۔ "

نعت شریف لکھنے میں جو احتیاط برتنی ہے اسکے لئے ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت کے حصہ دوم کا صفحہ نمبر 227 ملاحظہ فرمائیں ۔

حقیقۃً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچا جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص (یعنی شان میں کمی یا گستاخی) ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے ۔
خلاصۂ گفتگو یہ کہ بقول ابو الاعجاز حفیظ صدیقی (مرتّب : کشاف تنقیدی اصطلاحات
، ص:269)

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں شاعر کا نذرانہ عقیدت نعت کہلاتا ہے۔ بالفاظ دیگر نعت ان اشعار کو کہتے ہیں جن میں نبی عربی

ﷺ کی مدح وستائش اور ان کے اوصاف و شمائل کا تذکرہ ہو۔ شاعر کا شوق زیارت اور امید التفات جیسے عاشقانہ مضامین کے پیچھے عشق رسول ﷺ کا جذبہ موجود ہو۔ اصولاً نعت کے دائرے میں داخل ہیں۔ نعت کے لیے کسی ہیئت کی پابندی لازمی نہیں ۔ غزل، قصیدہ، مثنوی، رباعی ، قطعہ، مسمط، مستزاد، ترجیع بند، ترکیب بند حتیٰ کہ نظم آزاد کے قالب میں بھی نعتیں کہی گئی ہیں ۔

یوں تو نعت رسول میں فارسی اور اُردو کے ہر مسلمان شاعر نے کچھ نہ کچھ ضرور کہا ہے (بلکہ غیر مسلم شعرا مثلاً دیا شنکر نسیم نے بھی نعتیہ اشعار کہے ہیں ۔) لیکن اس صنف شاعری میں فارسی میں سعدی ، قدسی اور علامہ اقبالؒ اور اردو میں امیر منائی ، محسن کاکوروی ، مولانا ظفر علی

خاں اور علامہ اقبالؒ کو امتیازی حیثیت حاصل ہے

-

قرآن اور حکمت

تعلیم اور تربیت کی طرح دانائی اور حکمت ایک
دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں ۔ جس طرح
تربیت کے بغیر تعلیم بے سود ہے اُسی طرح
حکمت کے بغیر دانائی فضول ہے ۔ انسان کے
دماغ کو خالق نے ایک قیمتی نعمت سے نوازا ہے
جسے عام زبان میں ذہانت ، دانائی یا (Intellect)
کہتے ہیں ۔ ہر انسان کو اچھائی اور برائی ، سیاہ
و سفید ، سچ اور جھوٹ ، حق اور باطل ،
اندھیرے اور اُجالے میں تمیز کرنے کی فطری
صلاحیت بخشی گئی ہے جس کی کرنیں اُسی
دماغ سے پُھوٹتی ہیں جس سے انسان اپنے
سامنے کی ہر روشن چیز پر غور و فکر کرتے
ہوئے اور حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے اپنے لئے

ایک ’’حکمتِ عملی ‘‘ مرتب کرتا ہے اور اعتدال برقرار رکھتا ہے ۔ ایسے انسان کو صاحب شعور، ذہین اور دانا (Intelligent and Wise) انسان کہا جاتا ہے جس میں سوچنے ، سمجھنے ، سیکھنے اور حقائق تک پہنچنے کی اور حالات کا تجزیہ کرکے نتائج اخذ کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے ۔ ناخوشگوار اور خوشگوار حالات سے کیسے نمٹا جائے وہ اپنے حواسِ خمسہ استعمال کرتے ہوئے بہتر سے بہتر طریقہ کار کی طرح پیش قدمی کرتا ہے عمر کے اضافہ کے ساتھ ساتھ اپنے برتاؤ ، رویوں ، تال میل میں مثبت تبدیلی لاتے ہوئے ایک تہہ اور کامیاب زندگی کی جستجو اور فکرمندی میں رہتا ہے ۔ ایسے انسان کا ہمارے معاشرے میں فقدان بلکہ قحط ہے ۔

عام طورپر ذہانت ، دانائی اور حکمت میں بال برابر فرق ہوتا ہے جس کا لحاظ نہیں کیا جاتا ۔ آئیں غور کریں یہ فرق کیا ہے ؟

۱۔ ذہانت بحث و مباحثوں کو بڑھاوا دیتی ہے جبکہ حکمت اُن کا حل نکالتی ہے ۔

۲۔ دانائی اپنے خواہشات کی طاقت ہے جبکہ حکمت اُس طاقت پر قوی ہے ۔

۳۔ ذہانت آگ لگاتی ہے اور حکمت اُس آگ کو ٹھنڈا کرکے سُکون و فرحت پہنچاتی ہے ۔

۴۔ ذہانت علم کے حصول کی طرف لیجاتی ہے جبکہ حکمت حقیقت کی تلاش میں انسان کو گامزن رکھتی ہے ۔

۵۔ ذہین انسان سمجھتا ہے کہ اُسے سب معلوم ہے لیکن عقلمند آدمی کو ہمیشہ یہ احساس رہتا ہے کہ

اُسے ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے ۔
معلوم ہوا کہ دانائی اچھی خوبی ہے مگر حکمت
یا (Wisdom) ایک باشعور اور معقول انسان کی
معراج ہے جس سے بہتر نتائج نکلتے ہیں ۔
حکمت کے بارے میں مولانا جعفر شاہ پھلواری
مجمع البحرین کے صفہ نمبر 50 پر یہ روایت نقل
کرتے ہیں ۔ راس الحکمة مخافة اللہ عزوجل ۔
یعنی خوف الہی حکمت کی جڑ ہے ۔ خاموشی
بھی حکمت ہے ۔ اس کے بارے میں حضرت امام
راغب اصفہانیؒ مفردات القران میں یہ حدیث لاتے
ہیں ۔ الصَّمتُ حِکمَةٌ وَ قلیلُ فَاعِلُ ۔ یعنی
خاموش بھی حکمت ہے ۔ لیکن بہت تھوڑے لوگ
اسے اختیار کرتے ہیں ۔ ۔ حکمت ، بقول امام
حمید الدین فراھیؒ ، سب سے بڑی جلیل القدر

نعمت اور خیر کثیر کا ایک خزانہ ہے ۔ وہ اسکے
لئے اپنی کتاب "حکمتِ قرآن " میں سورة البقرة
آیت نمبر 269 کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ
جو اہل عقل نہیں ہیں وہ اس کو نہیں سمجھ سکتے
کہ حکمت کیا ہے ۔ اگر وہ حکمت کو جانتے
ہوتے تو انہیں یہ بھی معلوم ہوتا کہ حکمت کے
اہل کون ہیں اور یہ کہ حکمت اہل عقل کے لیے
خاص ہے ۔ اسی طرح وہ اس حقیقت کو بھی نہیں
سمجھتے کہ حکمت خیر کثیر کا ایک خزانہ ہے ۔
یہاں پر یہ جاننا ضروری ہے کہ عقل کیا ہے اور
عقل کی کتنی قسمیں ہیں ۔ بقول امام راغب
اصفہانیؒ اَللُّبُّ کے معنی عقل خالص کے ہیں جو
آمیزش (یعنی ظن و وہم اور جذبات) سے پاک ہو
اور عقل کو لبُّ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ

انسان کے معنوی قوی کا خلاصہ ہوتی ہے جیسا
کہ کسی چیز کے خالص حصے کو اس کا لبّ اور
لباب کہہ دیتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ
لبُ ٌ کے معنی پاکیزہ اور ستھری عقل کے ہیں
چنانچہ ہر لبُ ٌ کو عقل کہہ سکتے ہیں لیکن ہر
عقل لبُ ٌ نہیں ہوسکتی ۔ انکا کہنا ہے کہ عقل
کے معنی روکنے اور منع کرنے کے ہیں ۔
جیسے کہا جاتا ہے عَقَلَ لِسَانَہٗ ۔ یعنی اس نے اپنی
زبان روک لی ۔ امام راغب اصفہانیؒ عقل کی
زمرہ بندی کے بارے میں حضرت علیؓ کے
حوالے سے بات کرتے ہیں ۔ وہ اسطرح عقل کی
قِسموں کے بارے میں فرماتے ہیں ۔امیر المومنین
حضرت علی رضی اللہ فرماتے ہیں ۔ الْعَقْلُ عَقلان
۔ مَطبُوعُ ٌ ، مَسمُوعُ ٌ ۔ (۱) عقل طبعی یعنی جو

طبیعت میں ودیعت کی گئی ہے اور (۲) عقل
سمعی یعنی وہ جو لوگوں سے باتیں سن کر
حاصل ہوتی ہے۔ موصوف عقل کے بارے میں
مزید فرماتے ہیں ۔اگر کوئی شخص فطرۃً عقل
سے کورا ہو تو سن کر حاصل کی ہوئی عقل اسے
کچھ فائدہ نہیں بخشتی ۔ جیسا کہ سورج کی
روشنی اندھے آدمی کے لیے بے فائدہ ہوتی ہے ۔
امام حمید الدین فراھیؒ حکمت کے بارے میں مزید
فرماتے ہیں ۔ حکمت ایک نور ہے ۔ جس طرح
روشنی سے ارد گرد کی تمام چیزیں جگمگا اٹھتی
ہیں اسی طرح حکمت کے نور سے آدمی کا علم
منوّر ہو جاتا ہے ۔ پھر جس طرح آگ کا اثر
حرارت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور ہر
شخص اس کو محسوس کر لیتا ہے ، اسی طرح

حکمت بھی اپنے اثرات سے پہچانی جاتی ہے۔
جب یہ کسی شخص کے اندر پیدا ہو جاتی ہے تو
اس کے اندر حق شناسی کا ایک ملکہ پیدا ہو جاتا
ہے ۔ اس کی زبان سے جو بات نکلتی ہے حق
نکلتی ہے اور اس سے جو فعل صادر ہوتا ہے
ٹھیک صادر ہوتا ہے ۔ چنانچہ ایک حکیم آدمی کا
دل اپنے اندر رفعت محسوس کرتا ہے ۔ اس کا
کلام نہایت دل نشین ہوتا ہے، اس کا عمل نیکی پر
مبنی ہوتا ہے اور وہ اعلی اخلاق کا مجسمہ ہوتا
ہے ۔ مولانا فراہیؒ حکمت کے مبدا کے بارے میں
یوں فرماتے ہیں۔ حکمت کا منبع انسان کے خارج
میں نہیں ہوتا بلکہ اس کی ذات کے اندر اور اس
کی فطرت میں ہوتا ہے۔ اس لیے حکمت کے
طالب کو اپنے نفس کی طرف رجوع کرنا

ضروری ہوتا ہے ۔ حکمت کا تحمل یک بارگی
نہیں ہوتا بلکہ بتدریج ہوتا ہے ۔ یہ عمل بالکل اسی
طرح کا ہوتا ہے جس طرح ایک نقشہ کے مطابق
کسی عمارت کی تعمیر درجہ بدرجہ مکمل ہوتی
ہے۔ مولانا فراہیؒ دل کے خشوع کو وہ دروازہ
قرار دیتے ہیں جس کے راستے سےحکمت دل
میں داخل ہو کر اس کو زندگی بخشتی ہے۔ خشوع
رکھنے والے شخص کویہ احساس ہوتا ہے کہ دنیا
ایک مقصد کے تحت وجود میں آئی ہے، اس کو
پیدا کرنے والا عادل اور پاکیزہ رب ہے جبکہ
انسان غلطی کا ارتکاب کرنے والا بھٹک جانے
والا اور سرکشی اختیار کرنے والا ہے ۔ اس
احساس سے آدمی میں خشیت پیدا ہوتی ہے، وہ
خلوت و جلوت میں حدود الٰہی کی پابندی اختیار

کرتا اور خواہشاتِ نفس کی پیروی سے باز رہتا ہے۔ ان صفات سے اس کا قلب صاف اور حکمت کے نور سے منوّر ہونے کے لیے تیار رہتا ہے۔ مولانا فراہیؒ نے حصول حکمت کے بارے میں یہ فرایا کہ حکمت کے لئے جو چیزیں نہایت اہم ہیں وہ ذکر الہی، تلاوت قرآن اور اللہ کے بندوں پر شفقت اور ان کے لیے جذبہ ترحم ہیں ۔

سورۃ البقرۃ آیت نمبر 269 کا تفسیر پیش کرتے ہوئے صراط الجنان کے مفسر مفتی محمد قاسم عطاری حکمت کے بارے میں اسطرح بیان کرتے ہیں ۔

یُّؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُۚ-وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًاؕ-وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ(269)

ترجمۂ کنز

الایمان :

اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔

تفسیر صراط الجنان :

{یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ:اللہ جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے۔} حکمت سے قرآن، حدیث اور فقہ کا علم، تقویٰ اور نبوت مراد ہوسکتے ہیں۔(مدارک، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۶۹، ص۱۳۹، خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۶۹، ۱ / ۲۱۱، ملتقطاً)

کیونکہ قرآن و حدیث سراپا حکمت ہیں اور فقہ اسی سرچشمہ حکمت و ہدایت سے فیض یافتہ علم ہے اور تقویٰ حکمت کا تقاضا ہے جبکہ نبوت سراسر حکمت ہے البتہ یہ بات قطعی ہے کہ

ہمارے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہ وَسَلَّمَ کے بعد اب کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔ امام سدیؒ فرماتے ہیں کہ حکمت سے مراد نبوت ہے ۔ کیونکہ نبی لوگوں کے درمیان حکم (یعنی فیصلہ) فرماتا ہے ۔ اسی لئے نبی حاکم ہوتا ہے ۔ امام راغب اصفہانیؒ کہتے ہیں کہ حکم کا لفظ حکمۃٌ سے عام ہے ۔ وہ فراتے ہیں کہ ہر حکمت کو حکم کہہ سکتے ہیں ۔ لیکن ہر حکم حکمت نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ حکم کے معنی کسی چیز کے متعلق فیصلہ کرنے کے ہوتے ہیں ۔ کہ وہ یوں ہے یا یوں نہیں ہے

۔

جناب غلام رسول سعیدیؒ متذکرہ بالا آیت کا تفسیر پیش کرتے ہوئے تبیان القرآن میں مختلف

اشخاص کے مختلف اقوال کے
ساتھ اسطرح رقمطراز ہیں

-

الف ۔ حکمت سے مراد قرآن

ہے -
ب ۔ قرآن مجید کے ناسخ اور منسوخ ،محکم اور
متشابہ ،اور مقدم اور مؤخر کی معرفت حکمت

ہے -
ج۔ حکمت سے مراد فہم قرآن ہے

-

د۔ حکمت سے مراد قول اور فعل کا درست ہونا ۔
ہ۔ حکمت سے اللہ کے دین میں تقوی مراد ہے ۔
و۔ حکمت وہ نور ہے جس کی وجہ سے وسوسہ
اور الہام میں فرق ہو۔

ز۔ اپنی خواہشات کی بجائے حق کے
مطابق   فیصلہ کرنا بھی حکمت ہے

۔

ح۔ حکمت علم اور عمل کا مجموعہ ہے ۔
ط۔ دین کی بہتری اور دنیا کی اصلاح کرنا بھی
حکمت ہے ۔
تفسیر روح القرآن مع تفسیر جلالین میں مفتی
عزیز الرحمن عثمانیؒ متذکرہ بالا آیت کا ترجمہ
اس طرح کرتے ہیں ۔
اللہ جس کو چاہتا ہے وہ علم سکھاتا ہے جو کام
آوے اور عمل کی توفیق دے۔ اور جسکو حکمت
عطا ہوئی اسکو بڑی خیر ملی کہ اس کی
وجہ سے ہمیشہ کی بھلائی میں داخل ہو اور
نہیں نصیحت پکڑتے ہیں مگر عقل والے

-

زیر نظر آیتِ مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ اس طرح رقمطراز ہیں ۔

آخرت کی فکر دانائی کی بات ہے :-

صحیح بصیرت اور صحیح فیصلہ یہی ہے کہ انسان دنیا کے ساتھ اپنی آخرت کی بھی فکر کرے۔ جس کے پاس یہ حکمت و دانائی کی دولت ہو گی وہ کبھی شیطان کے فریب میں نہ آئیگا اور اس کی بتائی ہوئی راہ نہ چلے گا بلکہ اس کشادہ راستے کو اختیار کرے گا جو اللہ نے دکھایا ہے۔ دولت کو سنبھال سنبھال کر رکھنا اور اچھے راستے پر خرچ نہ کرنا شیطان اور اسکے تنگ نظر مریدوں کی نظر میں ہوشیاری اور عقلمندی ہو سکتی ہے لیکن جن کو اللہ نے حکمت اور نور

سے نوازا ہے انکی نگاہ میں صحیح راستہ یہ ہے
کہ آدمی اپنی متوسط ضرورتیں پوری کرنے کے
بعد دل کھول کر بھلائی کے کاموں میں خرچ
کرے۔ جس کو یہ نور بصیرت عطا ہو گیا۔ سمجھو
اسے بڑی دولت مل گئی ۔ اہل دانش و فکر ہی ان
باتوں سے سبق لیتے ہیں

-

تفسیر مظہری میں زیر بحث آیت کا تفسیر پیش
کرتے ہوئے حضرت علامہ قاضی محمد ثناءاللہ
عثمانی مجدّدی پانی پتیؒ حکمت کے بارے
میں یوں فرماتے ہیں: (یوتي الحِكْمَةَ) أي العلم
النافع على ما هو في نفس الأمر الموصل إلى رضاء
الله تعالى والعمل به وذلك لا يتصور إلا بالوحي فهو
للأنبياء أصالة ولغيرهم وراثة، أخرج ابن مردويه

من طريق جويبر عن الضحاك عن ابن عباس
مرفوعاً قال الحكمة القرآن، قال ابن عباس يعني
تفسيره فإنه قد قرأه البر والفاجر ۔
ترجمہ : (ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ
ازہریؒ) :
حکمت سے مراد ایسا علم نافع ہے جو واقعہ کے
مطابق ہو۔ نیز اللہ تعالیٰ کی رضا تک پہنچانے
والا ہو اور اس پر عمل بھی کیا جائے ۔ یہ وحی
کے علاوہ کسی پر صادق نہیں آتا ۔ یہ اصل میں
انبیاء کو حاصل ہوتا ہے اور دوسروں کو وارثۃً
ملتا ہے۔ (ابن مردویہ رحمتہ اللہ علیہ نے جو بیبر
کے ذریعے ضحاک رحمتہ اللہ علیہ سے، انہوں
نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہا
سے مرفوعا نقل کیا ہے، کہا حکمت قرآن ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا یعنی قرآن کی تفسیر کیونکہ اسے نیک اور گناہ گار دونوں پڑھتے ہیں)

۔

تفسیر القرآن میں جناب عبد السلام بٹھوی صاحب زیر نظر آیت کا تفسیر پیش کرتے ہوئے حکمت کے بارے میں اسطرح رقمطراز ہیں ۔ حکمت سے مراد دین کا صحیح فہم اور علم و فقہ میں صحیح بصیرت ہے ۔ وہ حکمت کی تعریف پیش کرنے کے بعد حکمت کی مزید معلومات دینے کے لئے بخاری شریف کا حدیث نمبر 73 قارئین کے سامنے رکھتے ہیں ۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں ۔

حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، قَالَ : حَدَّثَنِي

إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَلَى غَيْرِ مَا حَدَّثَنَاهُ الزُّهْرِيُّ ، قَالَ : سَمِعْتُ قَيْسَ بْنَ أَبِي حَازِمٍ ، قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ ، قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ ، رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسُلِّطَ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا ۔

ترجمہ از ہدایۃ القاری شرح صحیح بخاری :

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا : نبی ﷺ نے فرمایا ہے : " رشک جائز نہیں مگر دو (آدمیوں کی) خصلتوں پر ایک اس شخص (کی عادت) پر جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اسے راہ حق میں خرچ کرتا ہو۔ اور دوسرے اس شخص (کی عادت) پر جسے اللہ نے (قرآن وحدیث کا) علم دے رکھا ہو اور وہ

اس کے مطابق فیصلے کرتا ہو اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتا ہو ۔

شارح صحیح بخاری ، شیخ الحدیث حافظ عبد الستار الحماد نے بھی یہی واضح کیا کہ حکمت ، قرآن و حدیث کا علم ہے ۔

زیر بحث آیت کے تحت تفسیر خازن کے مفسر علامہ علاءالدین علی بن محمد بن ابراہیم صوفی بغدادی المعروف بالخازن ،متوفی 741ھ حکمت کے بارے میں یہ فرماتے ہیں ۔ حکمت کا اصل معنی ہے روکنا ۔ اسی سے حکمة الدابة ہے ۔ (بمعنی لگام کا وہ حصہ جو جانور کے دونوں جبڑوں کی جانب ہو) ۔ کیونکہ یہ بھی جانور کو روکتا ہے ۔

گویا کہ حکمت یہ ہے کہ ہمارا صالح عمل ہمارے
علمِ نافِع کے تابع ہو ۔ علامہ محمد الامین
الشنقیطیؒ اضْوَاءُ البَيانِ فِي إِيضاحِ القُرآنِ بِالقُرآنِ
میں سورۃ الکہف آیت نمبر 2 کی تفسیر پیش
کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عمل
صالح ہونےکےلئےتین امورکاہوناضروری ہے
۔

اول : وہ عمل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
لائی ہوئی شریعت کےمطابق ہو ۔
توجوعمل بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کےلائےہوئےطریقےکےمخالف ہووہ عمل صالح
نہیں بلکہ وہ باطل ہے ۔
اللہ تبارک وتعالی کاارشادہے :
رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں جو دیں وہ لے

لو ۔ الحشر -/(7)

اورفرمان ربانی ہے

:

جس نےرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کی اس نےاللہ تعالی کی اطاعت کی

النساء -/(10)

اوراللہ سبحانہ وتعالی کافرمان ہے :

کیاان لوگوں نے(اللہ تعالی کے) ایسےشریک (مقررکررکھے) ہیں جنہوں نےایسے احکام دین مقررکردیئےہیں جواللہ تعالی کےفرمائےہوئےنہیں الشوری -/(21)

اس کےعلاوہ اوربھی آیات ہیں ۔

دوم : عمل کرنےوالا اپنے عمل میں مخلص ہو اور اسےصرف اللہ تعالی کے لئے ہی کرے جو

کہ اس کے اور اللہ تعالی کے درمیان ہو

-

اللہ تبارک وتعالی کافرمان ہے :

انہیں اس کے سوا کوئی حکم ہی نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ تعالی کی عبادت کریں اسی کے لئےدین کو خالص رکھیں البینۃ -/(5)

اوراللہ عزوجل کاارشاد ہے :

آپ کہہ دیجئے کہ مجھے حکم دیاگیاہے کہ اللہ تعالی کی اس طرح عبادت کروں کہ اسی کے لئے عبادت کوخالص کرلوں ، اورمجھے حکم دیاگیاہے کہ میں سب سے پہلا فرماں برداربن جاؤں ، کہہ دیجئے ! بالفرض اگر مجھ سے نافرمانی ہوجائے تو مجھے بھی اپنے رب سے ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے- کہہ دیجئے !

کہ میں توخالص اپنے رب ہی کی عبادت کرتاہوں

، تم اس کےسوا جس کی چاہو عبادت کرتے

رہو۔ کہہ دیجئے ! کہ حقیقی نقصان اٹھانے والے

وہ ہیں جو اپنے آپ اور اپنے اہل کو قیامت کےدن

نقصان میں ڈالیں گے یاد رکھو کہ واضح اور

صریح نقصان ہے ۔ الزمر -/(11 - 15)

سوم : یہ کہ عمل عقیدہ صحیحہ اور ایمان کی

اساس پر مبنی ہو ، کیونکہ عمل چھت کی طرح

ہے اور عقیدہ بنیاد اور اساس ہے ۔

اللہ تبارک وتعالی کاارشاد ہے :

جوشخص نیک عمل کرے وہ مرد ہو یاعورت

لیکن باایمان ہو ۔ النحل /(97)

تویہاں پرعمل کوایمان سے مقیدکیا ہے ۔

اوراس مفہوم کو بہت سی آیات بیان کرتی ہیں ،

مثلاً اللہ تعالی کاغیر مومنوں کے اعمال کے متعلق فرمان ہے :

اورانہوں نےجواعمال کیے تھے ہم نےان کی طرف بڑھ کرانہیں پراگندہ ذروں کی طرح کر دیا - الفرقان /(23)

اوراللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے :

اورکافروں کےاعمال اس چمکتی ہوئی ریت کی طرح ہیں جوچٹیل میدان میں ہو اورجسے پیاسا شخص دور سے پانی سمجھتا ہو - النور /(39)

اوراللہ سبحانہ وتعالی کافرمان ہے :

اپنے رب کا انکار کرنے والوں کے اعمال راکھ کی طرح ہوں گے جس پر آندھی کے دن میں تیز طوفان آجائے تو وہ اپنی کمائیوں میں سے کسی

شے پر بھی قادر نہ رہے۔ یہی دور کی گمراہی ہے۔ ابراھیم /(18)

حکمت کے دو اقسام (types of wisdom)

ہیں ۔ حضرت علامہ وحید الزمانؒ "لغات الحدیث" (Arabic into Urdu)کے جلد اول میں باب الحاء مع الکاف (ص: 486)کے تحت لکھتے ہیں ۔ حِکمُ ٌ جمع ہے حِکمَۃُ ٌ کی (مجمع البحرین میں ہے کہ حکمت دو قسم کی ہے ایک عملی جس کا تعلق عمل سے ہے۔ جیسے علم اخلاق ، تدبیر منزل ، علم حساب ، علم المعادن علم الارض، علم الحرب ،سیاست مدن ، طب ، جرثقیل، کیمیا، علم الماء ، علم الھواء ، علم البرق، علم البخار علم المناظر علم المثلث والمساحۃ ، علم الزراعت و التجارۃ وغیرہ ۔ دوسری حکمت نظری، جس کا

تعلق صرف علم سے ہے۔ مثلاً آٹھوں موجودات کا علم کہ وہ کیا ہیں خدائے تعالے ، فرشتے، نفس، ہیولیٰ، صورت، جسم، عرض، مادہ۔ میں کہتا ہوں کہ ایک موجود رہ گیا ، یعنی جن) ۔

حکمت کے مختلف قسموں کے بارے میں نامور محقق ، محدث اور مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی تبیان القرآن میں سورۃ بقرۃ آیت نمبر 269 کے تحت لکھتے ہیں ۔
حکمت کی دو قسمیں ہیں : حکمت نظری اور حکمت عملی ، حکمت نظری کی یہ تعریف ہے کہ بشری طاقت کے مطابق حقائق اشیاء کا اس طرح علم ہو جس طرح وہ اشیاء واقع میں ہیں ، اور حکمت عملی یہ ہے کہ انسان برے اخلاق کو ترک کرے اور اچھے اخلاق کو اپنائے ' اور

ایک تعریف یہ ہے کہ بشری طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق ہونا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تمام احکام پر عمل کرنا اور آپ کے تمام افعال کی اتباع کرنا ۔ حکمت عملی کی تین قسمیں ہیں : اگر اس کا تعلق ایک فرد کی اصلاح کے ساتھ ہو تو اس کو تہذیب اخلاق کہتے ہیں اور اگر اس کا تعلق ایک خاندان کی اصلاح کے ساتھ ہو تو اسے تدبیر منزل کہتے ہیں اور اگر اس کا تعلق ایک شہر یا ملک کی اصلاح کے ساتھ ہو تو اس کو سیاست مدینہ کہتے ہیں ۔

قرآن – کتابِ حکمت

The Book of Wisdom

اچھی کتاب تو انسان کے لئے بہتر رہبر ہوتی ہے اور
جب قرآن کی بات آئے تو یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ
قرآن سب کتابوں میں سے بہتر اور حکمت کے
انمول خزانوں سے مالامال ہے ۔ ہو گی بھی کیوں
نہیں ۔ یہ وہ کلام اللہ ہے جو اس پیغمبر پر نازل ہوئی
جو خطیب الامم ﷺ ، فصیح السان ﷺ، صاحب
برھان ﷺ ، محبوب رحمٰن ﷺ ہیں ۔ امام حمید الدین
فراھیؒ اپنی کتاب حکمتِ قران میں فرماتے ہیں کہ
قرآن حکیم حکمت کا سب سے بڑا خزانہ ہے لیکن
اس کے اندر حکمت کے موتی تلاش کرنے کے لیے
غور و تدبر کی ضرورت ہوتی ہے ۔ حصول حکمت
کی تگ و دو کے لیے انسان جو ذرائع بھی اختیار
کرے لیکن مولانا فراہیؒ کے نزدیک اس کے حصول
میں کامیابی اللہ تعالیٰ کی توفیق پر منحصر ہے ۔
حکمت اللہ تعالیٰ کی وہ عطائے خاص ہے جبس کے

سیکھنے کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ۔
جس کے پاس حکمت ہوتی ہے وہ حکیم ہوتا ہے ۔
قرآن بھی حکیم ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ
سورۃ لقمان کے آیت نمبر 2 میں یوں ارشاد فرماتے
ہیں۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۔ یعنی یہ حکمت والی
کتاب کی آیتیں ہیں ۔ سورۃ یسین کے آیت نمبر 2 میں
اللہ تعالی کا ارشاد ہے ۔ والقرآن الحکیم یعنی حکمت
والے قرآن کی قسم۔ امام حمید الدین فراہیؒ حکمت
قرآن میں قرآن کے حکیم ہونے پر یہ دلیل پیش
کرتے ہیں - افلاطون کہا کرتا تھا کہ جو شخص
تمثیلات کے ذریعے بات نہیں کر سکتا وہ حکیم نہیں
ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام امثال کے ذریعے
تعلیم دیتے۔ قدیم حکماء یہ تلقین کیا کرتے تھے کہ
اپنے آپ کو پہچانو ۔ قرآن مجید بھی تمثیلات کے
ذریعے حقائق کو بیان کرتا ہے۔ اس کے بیان کی

نمایاں خصوصیات حسب ذیل ہیں:

1- امثال کا مقصد تذکیر ہے تاکہ لوگ اپنے نفس اور اس کے اندر موجود صلاحیتوں کی طرف رجوع کریں۔ قرآن نے امثال کے بارے میں یہاں تک کہہ دیا ہے کہ:

وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَلِمُونَ (العنکبوت: ۴۳)

ان(مثالوں) کو صرف اہل علم ہی سمجھتے ہیں ۔

2- قرآن کا زیادہ تر استدلال نشانیوں سے ہے اور اس نے واضح کیا ہے کہ یہ استدلال وہی لوگ کر سکتے ہیں جو فہم وتدبر سے کام لیں۔

3- قرآن مجید کی امثال اور نشانیاں گونا گوں پہلوؤں سے پیش کی گئی ہیں اور واضح کیا گیا ہے کہ یہ مسائل کو مختلف اطراف سے دکھانے کے لیے ہیں۔ اس طرح قرآن مجید نے نشانیوں پر غور کرنے کے طریقہ کی طرف رہ نمائی بھی کر دی ہے -

4- قرآن نے علم و عمل کو دو الگ چیزیں نہیں رہنے دیا بلکہ دونوں کو باہم ملا دیا ہے اور ان دونوں پر ایک ساتھ زور دیا ہے۔

5- قرآن نے حکمت کے مقام، اس کے آنے کے دروازوں اور اسباب سب کی طرف رہ نمائی کی ہے۔

6-نظم و ترتیب کو تفکر کا سب سے بڑا داعیہ اور غور کے مختلف پہلوؤں کا مرکزی نقطہ قرار دیا ہے۔

نیچے دئے گئے قرانی آیات اس بات کے شواہد ہیں کہ قران حکمت کی کتاب کیسے ہے ۔ ذرا ملاحظہ فرمائیں ۔

1-قرآن مجید بتدریج نازل ہونے میں حکمتیں :

وَ قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً

وَّاحِدَةً ۚ-كَذٰلِكَ ۚ-لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ رَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا(32)

ترجمۂ کنز الایمان

:

اور کافر بولے قرآن ان پر ایک ساتھ کیوں نہ اتار دیا ہم نے یونہی بتدریج اسے اُ تارا ہے کہ اس سے تمہارا دل مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا۔

تفسیر صراط الجنان :

{وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: **اور کافروں نے کہا۔}** تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا انکار کرنے والے کفارِ مکہ نے کہا، اگر آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا یہ گمان ہے کہ آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالٰی کے رسول ہیں تو آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمارے پاس سارا قرآن ایک ہی مرتبہ کیوں نہیں لے کر آئے

جیسے تورات حضرت
موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر، انجیل حضرت
عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر اور زبور حضرت
داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایک ہی مرتبہ نازل
ہوئی۔(تفسیرکبیر، الفرقان، تحت الآیۃ: ۳۲، ۸ /
۴۵۷)

{کَذٰلِكَ: یونہی۔} آیت کے اس حصے
میں اللہ تعالٰی قرآن پاک کو بَتَدریج نازل فرمانے کی
حکمت ظاہر کرتے ہوئے ارشادفرمارہا ہے کہ اے
حبیب! صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے یونہی
اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کرکے نازل کیاتاکہ اس کے
ساتھ ہم آپ کے دل کو مضبوط کریں اور پیام کا
سلسلہ جاری رہنے سے آپ کے قلب مبارک کو
تسکین ہوتی رہے اور کفار کو ہر ہر موقع پر جواب
ملتے رہیں ۔ اس کے علاوہ یہ بھی فائدہ ہے کہ قرآن

پاک کو حفظ کرنا سہل اور آسان ہو۔(مدارک، الفرقان، تحت الآیۃ: ۳۲، ص۸۰۱-۸۰۲، ملخصاً)

2- قرآن مجید کے عربی زبان میں نازل ہونے کی حکمتیں :

الف- وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْ لَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗؕ- ءَاَعْجَمِیٌّ وَّ عَرَبِیٌّؕ-قُلْ هُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌؕ-وَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَیْهِمْ عَمًىؕ-اُولٰٓىٕكَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ ۔

(فُصّلَت - حم السجدۃ ، 41 : 44)

اور اگر ہم اس (کتاب) کو عجمی زبان کا قرآن بنا دیتے تو یقیناً یہ کہتے کہ اِس کی آیتیں واضح طور پر بیان کیوں نہیں کی گئیں، کیا کتاب عجمی ہے اور رسول عربی ہے (اِس لئے اے محبوبِ مکرّم! ہم نے قرآن بھی آپ ہی کی زبان میں اتار دیا ہے۔) فرما دیجئے: وہ (قرآن) ایمان والوں کے لئے ہدایت (بھی)

ہے اور شفا (بھی) ہے اور جو لوگ ایمان نہیں رکھتے اُن کے کانوں میں بہرے پن کا بوجھ ہے وہ اُن کے حق میں نابینا پن (بھی) ہے (گویا) وہ لوگ کسی دور کی جگہ سے پکارے جاتے ہیں ۔

تفسیر صراط الجنان :

{وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا: اور اگر ہم اسے عربی کے علاوہ کسی اورزبان کا قرآن کردیتے.} کافروں نے قرآنِ مجید پر اعتراض کرتے ہوئے کہاکہ یہ قرآن عجمی زبان میں کیوں نہ اترا ؟اس کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا کہ ’’اگر ہم قرآنِ کریم کو عربی کی بجائے عجمی زبان میں نازل کر دیتے تو کفارضرور کہتے: اس کتاب کی آیتیں عربی زبان میں کیوں بیان نہیں کی گئیں تا کہ ہم انہیں سمجھ سکتے اورکتاب نبی کی زبان کے خلاف کیوں اتری؟ حاصل یہ ہے کہ قرآنِ پاک عجمی زبان میں ہوتا تو

یہ کافر اعتراض کرتے اور عربی میں آیا ہے تو بھی
اعتراض کر رہے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا
یہ اعتراض نہ ماننے کا ایک بہانہ ہے کیونکہ جو
شخص حق کا طلبگار ہے ا س کی شان کے لائق
نہیں کہ وہ ایسے اعتراض کرے۔ مزید ارشاد فرمایا
کہ اے حبیب! صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ
ارشاد فرما دیں کہ یہ قرآن ایمان والوں کے لیے
ہدایت اور شفا ہے کہ یہ انہیں حق کی راہ بتاتا ہے
،گمراہی سے بچاتا ہے ، جہالت اور شک وغیرہ قلبی
اَمراض سے شفا دیتا ہے اور جسمانی اَمراض کے
لئے بھی اس کا پڑھ کر دم کرنا مرض دور کرنے
کے لئے مُؤثّر ہے اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے
ان کے کانوں میں بوجھ ہے کہ وہ قرآنِ پاک کو ا س
کے حق کے مطابق سننے کی نعمت سے محروم ہیں
اور وہ ان پر اندھا پن ہے کہ وہ شکوک و شُبہات کی

ظلمتوں میں گرفتار ہیں اور وہ اپنی قبول نہ کرنے
والی رَوِش سے اس حالت کو پہنچ گئے ہیں جیسے
کسی کو دور سے پکارا جائے تو وہ پکارنے والے
کی بات نہ سنے ، نہ سمجھے ۔(خازن، فصلت، تحت
الآیۃ: ۴۴، ۴ / ۸۸، مدارک، فصلت، تحت الآیۃ: ۴۴،
ص۱۰۷۷، ملتقطاً)
ب ۔ فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِیْنَ وَ تُنْذِرَ بِهٖ
قَوْمًا لُّدًّا

ترجمۂ کنز الایمان :

تو ہم نے یہ قرآن تمہاری زبان میں یونہی آسان فرمایا
کہ تم اس سے ڈر والوں کو خوشخبری دو اور
جھگڑالو لوگوں کو اس سے ڈر سناؤ۔
دیکھتے ہو یا ان کی بھنک سنتے ہو۔

تفسیر صراط الجنان :

{فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ:تو ہم نے یہ قرآن تمہاری زبان

میں ہی آسان فرمادیا۔} ارشاد فرمایا کہ اے

حبیب**!** صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے یہ

قرآن آپ کی زبان عربی میں ہی آسان فرما دیا ہے

تاکہ آپ اس کے ذریعے پرہیزگار

لوگوں کو (اللہ تعالیٰ کی رحمت و رضا کے حصول

اور جنت کی)خوشخبری دیں اور کفارِ قریش کے

جھگڑالو لوگوں کو اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے

عذاب کا ڈر سنائیں۔

سورهِ مریم کی آیت 97 سے متعلق 3 اہم باتیں :

یہاں اس آیت سے متعلق تین

اہم باتیں ملاحظہ ہوں ،

(1)... بنیادی طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنے

حبیب صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے

قرآن مجید آسان فرما دیا اور یہ آسان فرمانا اس

اعتبار سے ہے کہ اسے

آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زبان
’’عربی ‘‘میں نازل کیا گیا جس کی وجہ سے
فہمِ قرآن آسان ہو
گیا۔
(2)...اس آیت میں عذابِ الٰہی سے ڈرنے والوں کو
خوشخبری دینے اور جھگڑالو قوم کو ڈرانے کے
ذریعے تبلیغ کرنے کا فرمایاگیا،اس سے معلوم ہوا کہ
متقی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت،رضا
اور جنت کی بشارت سناکراور جھگڑالو قوم
کو اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب کا ڈر سنا
کر تبلیغ کرنے سے زیادہ فائدہ ہوتا
ہے۔
(3)...قرآن مجید (سر زمینِ عرب میں) عربی زبان
میں نازل کیا گیا، اس سے معلوم ہواکہ دنیامیں جس
قوم اور علاقے میں اسلام کی تبلیغ کرنی ہو تواس

کے لئے وہاں کی زبان سیکھی جائے تاکہ وہ لوگ اپنی زبان میں کی جانے والی تبلیغ کو آسانی سے سمجھ سکیں اور اسلام کے قریب ہو ں

-

تفسیر القرآن (از : عبد السلام بھٹوی) :

{فإنما یسرنه بلسانک ... :} یہ ساری سورت بلکہ پورا قرآن متقین کو خوش خبری اور منکرین کو ڈرانے کے لیے ہے۔ اس آیت سے پہلی آیات میں بھی اللہ تعالی کی اولاد بتانے والوں کی تردید اور ان کا انجام بد مذکور ہے اور ایمان اور عمل صالح والوں کو حصول محبت کی خوش خبری دی گئی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لیے قرآن مجید میں تین خوبیاں رکھنے کا ذکر فرمایا، تاکہ بشارت و نذارت بہترین طریقے سے ہو سکے ۔ پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے آسان کر دیا ہے اور اللہ کی آسان کی

ہوئی چیز سے زیادہ آسان کیا چیز ہو گی۔ دیکھیے
سورۂ قمر (۱۷) ۔

دوسری یہ کہ اسے رسول اللہ کی زبان عربی میں
اتارا جس سے زیادہ بات واضح کرنے کی خوبی
کسی زبان میں نہیں اور جس کے اولین مخاطب یہ
زبان بولنے والے تھے، جو اس زبان کے باریک
سے باریک اشاروں کو بھی سمجھتے
تھے۔ دیکھیے سورۂ شعراء (۱۹۲ تا ۱۹۵)،
یوسف (۱، ۲)، زخرف (۱ تا ۳) اور
نحل(۱۰۳)

تیسری یہ کہ اس کے ساتھ خوش خبری دینے اور
ڈرانے کے لیے نبی کریم ﷺ کو یہ دے کر بھیجا گیا
جو خود اہل عرب سے تھے، تاکہ وہ اسے پڑھ کر
سنائیں اور عمل کر کے دکھائیں۔ دیکھیے سورۃ نحل
(۴۴) پہلی خوبی لفظ ("یَسَّرنٰہُ ") میں، دوسری "

بلسانک “ میں اور تیسری تنذر بہ “ اور تنذر به “
کے صیغہ خطاب میں بیان ہوئی
" اُلُدّاً " الدُّ " کی جمع ہے، سخت جھگڑالو اور ضدی
شخص جو کسی طرح حق بات کو نہ مانے۔ اس سے
مراد قریش اور دوسرے معاند کفار ہیں۔ دیکھیے
سورۂ زخرف (۵۷، ۵۸)۔

ج۔ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ -
تو ہم نے اس قرآن کو تمہاری زبان میں آسان کیا کہ
وہ سمجھیں ۔ (الدّخان : سورة 44 ، آیت نمبرر : 58
)
سورة ابراھیم آیت نمبر 4 کا تفسیر پیش کرتے ہوئے
جناب عبد السلام بھٹوی قرآن مجید کے عربی زبان
میں نازل ہونے میں حکمت کچھ اسطرح پیش کرتے
ہیں۔
اگر قرآن تمام زبانوں میں نازل کیا جاتا تو تنازع،

اختلاف اور تحریف احکام کے دروازے کھل جاتے اور دعوتِ اسلام کے لیے کسی مقام پر بھی مرکزیت قائم نہ ہو سکتی۔ عربی زبان میں نازل ہونے کے بعد دوسری اقوام کا عربی سیکھنا (جو تمام زبانوں سے آسان ہے) یا اس کا دوسری زبانوں میں ترجمہ ہو جانا تمام اقوام کی ہدایت کے لیے کافی ہے، جیسا کہ الحمد للہ ہو رہا ہے

3 - انبیا علیہم السلام کے فرشتہ نہ ہونے میں حکمت

-

الف - قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا - سورۃ الاسراء - بنی اسرائیل آیت نمبر - 95

ترجمہ از عرفان القرآن : **فرما دیجئے: اگر زمین میں (انسانوں کی بجائے) فرشتے چلتے پھرتے سکونت**

پذیر ہوتے تو یقیناً ہم (بھی) ان پر آسمان سے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر اتارتے۔

تفسیر القرآن :

اگرچہ فرشتے اب بھی زمین پر آتے جاتے ہیں، لیکن اگر وہ انسانوں کی طرح اطمینان سے زمین پر رہ رہے ہوتے تو ہم ان کی طرف کسی فرشتے ہی کو رسول بھیجتے، مگر جب زمین پر ہم نے انسانوں کو بسایا ہے تو ان کی طرف ایک فرشتے کو رسول بنا کر بھیجنے سے کیا فائدہ؟ رسول کا کام صرف اس پیغام کو پہنچا دینا ہی نہیں بلکہ وہ لوگوں کے لیے عملی نمونہ بھی ہوتا ہے، تاکہ وہ اس کی پیروی کر سکیں۔ یہ مفہوم کہ رسول کا اپنی امت کا ہم جنس ہونا ضروری ہے، کئی آیات میں بیان ہوا ہے۔ دیکھیے سورۃ انبیاء (۷)، ابراہیم (۴) اور سورۂ انعام(۹،۸)

ب۔وَ مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا یَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ مَا كَانُوْا خٰلِدِیْنَ

۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر 8

ترجمہ :

اور ہم نے ان (انبیاء) کو ایسا جسم والا نہیں بنایا تھا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ ہی وہ (دنیا میں بہ حیات ظاہری) ہمیشہ رہنے والے تھے ۔

تفسیر صراط الجنان :

{وَ مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا:اور ہم نے انہیں خالی بدن نہ بنایا۔} کفارِ مکہ نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پرایک اعتراض یہ کیا تھا کہ:

’’مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ‘‘(فرقان:۷)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس رسول کو کیا ہوا؟ کہ یہ کھانا بھی کھاتا ہے۔ اوریہاں اِس اعتراض کا جواب دیا گیا

ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کاطریقہ یہی جاری ہے کہ اس نے گزشتہ زمانوں میں جتنے بھی رسول بھیجے ان کے بدن ایسے نہیں بنائے تھے جو کھانے پینے سے بے نیاز ہوں بلکہ ان کے بدن بھی ایسے ہی بنائے تھے جنہیں کھانے پینے کی حاجت ہو، یونہی وہ دنیا میں ہمیشہ رہنے والے نہ تھے بلکہ عمر پوری ہو جانے کے بعد ان کی بھی وفات ہوئی، اور جب اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہی یہی ہے تو کفارِ مکہ کا
رسول کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کھانے پینے پر اعتراض کرنامحض بے جا اور فضول ہے۔(تفسیرکبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۸، ۸ / ۱۲۲، روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۸، ۵ / ۴۵۶، ملتقطاً)

4 ۔ مرد کا عورت پر نگہبان ہونے میں حکمتیں ۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْؕ-فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُؕ-وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّۚ-فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًاؕ-اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا ۔ سورۃ النساء ۔ آیت نمبر 34

انَ عَلِیًّا كَبِیْرًا(34)

ترجمۂ کنز العرفان :

مرد عورتوں پرنگہبان ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس وجہ سے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو نیک عورتیں (شوہروں کی) اطاعت کرنے والی (اور) ان کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت و توفیق سے حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں اور جن

عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور (نہ سمجھنے کی صورت میں) ان سے اپنے بستر الگ کرلو اور (پھرنہ سمجھنے پر) انہیں مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرلیں تو (اب) ان پر(زیادتی کرنے کا) راستہ تلاش نہ کرو۔ بیشک اللہ بہت بلند، بہت بڑا ہے۔

تفسیر صراط الجنان :

مرد کے عورت سے افضل ہونے کی وجوہات:

مرد کے عورت سے افضل ہونے کی وجوہات کثیر ہیں ، ان سب کا حاصل دو چیزیں ہیں علم اور قدرت۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرد عقل اور علم میں عورت سے فائق ہوتے ہیں ، اگرچہ بعض جگہ عورتیں بڑھ جاتی ہیں لیکن مجموعی طور پر ابھی بھی پوری دنیا پر نگاہ ڈالیں تو عقل کے امور مردوں ہی کے سپرد ہوتے ہیں۔ یونہی مشکل ترین اعمال

سرانجام دینے پر انہیں قدرت حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ مرد عقل و دانائی اور قوت میں عورتوں سے فَوقِیّت رکھتے ہیں۔ مزید یہ کہ جتنے بھی انبیاء، خُلفاء اور ائمہ ہوئے سب مرد ہی تھے۔ گھڑ سواری، تیر اندازی اور جہاد مرد کرتے ہیں۔ امامت ِ کُبریٰ یعنی حکومت وسلطنت اور امامت ِصغریٰ یعنی نماز کی امامت یونہی اذان، خطبہ ، حدود و قصاص میں گواہی بالاتفاق مردوں کے ذمہ ہے۔ نکاح، طلاق، رجوع اور بیک وقت ایک سے زائد شادیاں کرنے کا حق مرد کے پاس ہے اور نسب مردوں ہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں ، یہ سب قرائن مرد کے عورت سے افضل ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ مردوں کی عورتوں پر حکمرانی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد عورتوں پر مہر اور نان نفقہ کی صورت میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ا س لئے ان پر حاکم ہیں۔ خیال رہے

کہ مجموعی طور پر جنسِ مرد جنسِ عورت سے
افضل ہے نہ کہ ہر مرد ہر عورت سے افضل ۔بعض
عورتیں علم ودانائی میں کئی مردوں سے زیادہ ہیں
جیسے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ ا للّٰہُ
تَعَالٰی عَنْہا، ہم جیسے لاکھوں مرد اُن کے نعلین کی
خاک کے برابر بھی نہیں۔ یونہی صحابیہ عورتیں
غیر صحابی بڑے بڑے بزرگوں سے افضل ہیں۔
الغرض قرآن وہ کتاب ہے جو پُر از حکمت ہے ۔
لیکن حکمت کے موتی کو تلاش کرنے کے
لئے تفکر و تدبر کی بہت ضرورت ہے ۔ کونکہ تدبُّر
کے بغیر انسان کے شکوک و شبہات دور نہیں ہو
سکتے اور نہ قرآن صحیح طور پر سمجھ میں آ سکتا
ہے ۔ یہ انسان کو قدم قدم پہ آگاہ کرتا ہے کہ اسکو
کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہئے ۔ اسکا حقیقی
دشمن کون ہے اور حقیقی دوست کون ہے ۔ یہ چار

خاص صفات والی کتاب ہے ۔ جیسے موعظۃٌ (عظیم نصیحت یا نیکی کی نصیحت جس سے دل نرم ہو جائے ۔ نرمی و سختی ہر طرح سے سمجھا کر انسان کی اصلاح کرنا) ، شفاءُ (دلوں میں کفر و نفاق ، حسد و ریا ، اور برے اخلاق کی بیماریوں کے لئے سراسر تندرستی کا باعث ہونا) ، ھدیً (نرمی اور مہربانی کے ساتھ راستہ بتانا)، اور رحمۃٌ ۔ یہ یہی واحد کتاب ہے جس کی بدولت بے شمار تفاسیر نے جنم لیا ۔ یہ یہی کتاب ہے جس میں علم الادیان کے علاوہ علم الابدان بھی ہے ۔ یہ یہی کتاب ہے جس میں یہ واضح کر دیا گیا کہ اگر رب کے نذدیک کوئی دین ہے تو وہ ہے نعمتِ تامّہ یعنی اسلام ۔

نشہ - وجوہات، نتائج اور ضروری تدابیر

عربی میں نشوہ یا سُکر ، اردو میں نشہ اور انگریزی میں intoxication ،سے عام طور پر مراد ایسی اشیاء ہیں ، جو عادمی کے سوچنے سمجھنے کی قدرتی صلاحیت کو بڑی حد تک متاثر کریں ۔باالفاظ دیگر نشہ ایسی بری عادت ہے ، جس سے جان چھڑانا مشکل ہو ۔ مطلب یہ بری عادت سے وابستہ ہے ۔ جس کو ہم لت لگنا بھی کہہ سکتے ہیں ۔ نشہ کے معنی بے ہوشی اور مستی کے بھی ہیں ۔ نشہ کے بارے میں پیارے نبیﷺ نے صحیح مسلم کے (بمطابق انٹرنیشنل) حدیث نمبر 2003 میں یہ ارشاد فرمایا ۔ كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ ۔ یعنی ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے ۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بچوں میں نشے کی عادت لگنے کی بھاونا کب بڑھ جاتی ہے ؟ اسکا جواب کچھ اسطرح ہے ۔ جو بچے بچپن سے ہی اپنے گھروں میں نشے والی چیزوں کا

پریوگ یا استعمال ہوتے دیکھتے ہیں۔ ان بچوں میں نشے
کی عادت لگنے کی بھاونا یا خواہش بڑھ جاتی ہے - یہی
وجہ ہے کہ UNODC United Nations Office on
Drugs and Crime 2023 کے عالمی ڈرگ رپورٹ
کے مطابق 2021 میں Drug injecting persons کی
18% بڑھوتی ہو گئی بنسبت 2020 کے - اس رپورٹ کے
مطابق 2021 میں
2 .13 million
لوگ ڈرگ بطور انجکشن استعمال کرتے تھے - جبکہ
2020 میں
2 .11million
لوگ یہ کام کرتے تھے -

• بچے عموماً بری صحبت کے زیر اثر دیکھا دیکھی
) جیسے سگریٹ (illicit drugs مُنَشّیات یا مسکرات (
تمباکو نوشی کے لیے عُمدہ تراشے ہوئے کاغذ میں لپیٹ
کر کترے ہوئے تمباکو کی بنائی ہوئی بتی جسے ایک
سرے سے سلگا کر کش لگاتے ہیں - سگریٹ صحت کے

لیے مضر اور ماحولیاتی آلودگی اور عوامی صحت کی
تباہی کا اہم سبب ہے

• نیز سگریٹ منہ کے کینسر کا سبب بھی بنتا ہے۔) ،
چرس (بھنگ کے پتوں پر لگی ہوئی لیسدار رطوبت
جسے نشہ کے لیے حقہ یا سگریٹ وغیرہ میں استعمال کیا
جاتا ہے ۔ Marriam Webster Dictionary اسکے
بارے میں کیا کہتی ہے ۔ ذرا ملاحظہ ہو

-a tall Asian herb) *Cannabis sativa* of
the family Cannabaceae,
the hemp family (that has a tough fiber and
is often separated into a tall loosely branched s
pecies) *C .sativa* (and a low-
growing densely branched species) *C .indica* (
:HEMP sense 1a—
used especially for cultivated varieties having
high levels of THC

•

2a **:**the psychoactive dried flower buds ,leaves, or preparations) such as hashish)
or chemicals) such as
THC (that are derived from the cannabis plant *especially* **:** MARIJUANA
b **:**CANNABINOID
WHAT IS MARIJUANA? Marijuana is **a mind-altering (psychoactive) drug, produced by the Cannabis sativa plant** . Marijuana has over 480 constituents. THC (delta- 9-tetrahydrocannabinol) is believed to be the main ingredient that produces the psychoactive effect(.

کیٹامین (کیٹامین ایک بے،
ہوشی کی دوا ہے جو 1970ء سے
دستیاب ہے لیکن خواب آور اثرات بھی رکھتی ہے۔

لوگ اسے تفریحی طور پر یا اس کے خواب آور
اثرات کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ڈاکٹر کیٹامین کو
ڈپریشن کے ایسے مریضوں کے لیے بھی استعمال کرتے
ہیں جن کو ڈپریشن دور کرنے کی دوسری دوائیں فائیدہ
نہیں پہنچاتیں۔ اسی طرح
جانوروں کو بے ہوش کرنے کی ایک دوا پی سی پی
(Phenylidine) بھی طاقتور خواب
آور اثرات کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ ایسی دوائیں
استعمال کرنے والے نہ صرف خود کسی حادثے
کا شکار ہو سکتے ہیں بلکہ جارحانہ رویے یا وہم
(delusion)
کےسبب دوسروں کی جان بھی لے سکتے ہیں
،تمباکو(تمباکو ایک زرعی پیداوار ہے جو تمباکو کے
پودے کے پتوں سے تیار کی جاتی ہے۔ یہ راست طریقہ
سے سگریٹ، نسوار یا پان میں استعمال ہونے کے علاوہ
کیڑے مارنے کے لیے اور بعض ادویات میں نکوٹین کی
جزو کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ یہ عام طور پر ہلکی

نشہ آور خصوصیات رکھنے والی دوا کے طور پر
استعمال ہوتی ہے اور کئی ممالک میں زرعی پیداوار میں
فوری منافع بخش فصل کے طور پر بھی اگایا جاتا ہے،
تمباکو دنیا میں سب سے زیادہ کیوبا، چین اور امریکہ میں
پیدا ہوتا ہے جبکہ پاکستان کا شمار دنیا کا اعلٰی معیار کا
تمباکو پیدا کرنے والے ممالک میں سرفہرست ہے۔ تمباکو
کا سب سے عام استعمال سگریٹ میں ہوتا ہے، اس کے
علاوہ چبانے کے لیے، نسوار اور اس کے عرق کو بھی
ہلکے نشہ آور مادے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔
امریکہ میں یہ عرصہ دراز تک سب سے عام اور سستا
ترین ہلکا نشہ آور ذریعہ رہا ہے جو ادویات میں بھی
استعمال ہوتا رہا ہے۔ لیکن یورپ کے باسیوں کی شمالی
امریکا میں آمد کے بعد، تمباکو کی پیداوار اور برآمد کو
مرکزی صنعت کی حیثیت مل گئی اور اس پر وسیع
پیمانے پر ہونے والی تحقیق کے بعد بے شمار ادویات میں
اس کا استعمال کیا جانے لگا۔ یورپی اقوام نے ہی اسے
امریکا سے باہر باقی دنیا میں متعارف کروایا۔ ایک خیال

یہ ہے کہ تمباکو پر تحقیق اور اس کے وسیع پیمانے پر صنعت کی شکل اختیار کرنے کی وجہ سے اوائل ادوار میں امریکا کی معیشت کو سہارا ملا۔ بعد ازاں زرعی پیداوار کی مناسبت سے امریکی معیشت میں کپاس کو کلیدی حیثیت حاصل ہو گئی۔ امریکی خانہ جنگی کے بعد عام عوام میں اس کی ضرورت میں اضافہ ہوا اور آسان تر شرائط پر میسر مزدوروں کی وجہ سے سگریٹ کی صنعت نے خوب ترقی کی۔ چونکہ سگریٹ ایک جدید اور تمباکو کا سہل ترین ذریعہ تھا اور اس کی مقبولیت میں اضافے کے سبب تمباکو کمپنیاں وجود میں آئیں اور اس صنعت نے امریکا میں معیشت کو سہارا دیا اور ساتھ ہی چند ہی دہائیوں میں پوری دنیا کی معیشت پر حاوی ہو گئیں۔ لیکن بعد ازاں بیسویں صدی میں جب سائنسی تحقیق سے تمباکو کے انسانی صحت پر مضر اثرات کا انکشاف ہوا تو تمباکو کی صنعت کا دنیا کی معیشت پر اثر کم ہونا شروع ہو گیا اور دوسری زرعی اجناس جیسے کپاس، گندم اور مکئی وغیرہ نے تمباکو کی جگہ لے لی۔

تمباکو کی کئی اقسام ہیں، جو درجہ بندی میں ‘‘نکوٹینا‘‘ Nicotinaخاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ انگریزی کا لفظ Nicotineیا جین نکوٹ کے اعزاز میں رکھا گیا تھا جو پرتگال میں فرانسیسی سفیر کے عہدے پر تعینات تھے۔ انھوں نے ہی پہلی بار 1559ء میں تمباکو کو عدالت کے روبرو ایک دوا کے طور پر متعارف کروایا تھا۔ چونکہ نکوٹین کی زیادہ تر خصوصیات نشہ آور ہیں، اسی وجہ سے تمباکو کے استعمال کنندہ شخص میں جسمانی برداشت اور کیمیائی انحصار متاثر ہو سکتا ہے۔ نکوٹین کی نشہ آور خصوصیات پر کسی شخص کے انحصار کو تمباکو کے استعمال، دورانیے، مقدار، جذب ہونے کی رفتار اور تمباکو کی قسم میں نکوٹین کی مقدار کے حساب سے ناپا جاتا ہے۔ اسی حساب سے کسی شخص میں نکوٹین کی مقدار، اس کے نکوٹین پر انحصار اور عادت کو بھی ماپا جا سکتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق دنیا بھر میں ایک ارب دس کروڑ افراد تمباکو نوشی کی عادت میں مبتلا ہویں اور بالغ انسانوں کی آبادی کا 3/1 حصہ اس

عادت میں مبتلا ہے۔ اقوام متحدہ کے عالمی ادارہ صحت
کے مطابق تمباکو نوشی تیزی سے دنیا میں انسانی اموات
کی وجہ بنتی جا رہی ہے اور اس کی وجہ سے ہر سال
دنیا میں تقریبا چون لاکھ افراد ہلاک ہو جاتے ہیں جبکہ
اس کا تدارک ممکن ہے۔ عالمی ادارہ صحت کے ماہرین
کا ماننا ہے کہ تمباکو نوشی اس وقت دنیا کی واحد وجہ
ہلاکت ہے جس کا باآسانی تدارک کیا جا سکتا ہے۔ عالمی
ادارہ صحت کے ہی مطاق ترقی یافتہ ممالک میں تمباکو
نوشی کی شرح میں پچھلی چند دہائیوں سے کمی دیکھنے
میں آئی ہے لیکن وہیں ترقی پزیر ممالک میں تمباکو
نوشی کی شرح میں بے پناہ اضافہ بھی ہوا ہے۔
تمباکو دوسری زرعی اجناس کی طرح ہی پیدا کیا جاتا
ہے۔ بیج کو گہرا اور بطور نرسری بویا جاتا ہے تاکہ اس
پر موسمی اثرات اور کیڑے اثرانداز نہ ہو سکیں اور اس
کے بعد تمباکو کے پودوں کو کھیتوں میں منتقل کر دیا
جاتا ہے۔ تمباکو ایک سالانہ فصل ہے جو میکانکی طریقہ
یا ہاتھوں کے ذریعے بویا جاتا ہے۔ تمباکو کی فصل تیار

ہونے کے بعد اس کے پودوں کو سوکھنے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے جس کے دوران اس میں کئی کیمیائی عمل وقوع پزیر ہوتے ہیں۔ سوکھنے کے بعد تمباکو کے پودوں کو بھٹی میں پکایا جاتا ہے اور اس کی درجہ بندی کر کے محفوظ کر دیا جاتا ہے اور اسے سگریٹ، نسوار، پان، وغیرہ میں استعمال کیا جاتا ہے۔ بطور دوا تمباکو کے ہرے یا سوکھے دونوں پتے استعمال کیے جاتے ہیں۔

تمباکو نوشی کے مضر اثرات وہ لوگ جو حالات سے آگہی رکھتے ہیں، اُن میں روز بروز تمباکو نوشی کے مضر اثرات کے بارے میں شعور بڑھ رہا ہے کہ تمباکو نوشی نہ صرف اُس شخص کے لیے جو اِس عادت کا شکار ہے بلکہ اُن افراد کے لیے بھی نقصان دہ ہے جو اُس کے آس پاس رہتے ہیں، جسے سیکنڈ ہینڈ سموکنگ کہتے ہیں۔ یعنی، آپ خود تو سگریٹ نہیں پی رہے ہوتے لیکن دوسروں کی سگریٹ کا دھواں آپ کے پھیپھڑوں کو اور آپ کے نظامِ صحت کو بھی انتہائی نقصان پہنچاتا ہے جتنا خود سگریٹ پینے والوں کو۔ یہی وجہ ہے کہ امریکا

میں روزبروز اِس بارے میں پابندیاں بڑھ رہی ہیں کہ ایسی جگہوں پر لوگ سگریٹ نہ پئیں جہاں پر دوسرے لوگ بھی موجود ہوتے ہیں۔ امریکا کے وفاقی قانون لوگوں کو سرکاری عمارتوں میں تمباکو نوشی سے روکتے ہیں اور خود ’وائس آف امریکا‘ کے آفس سمیت سگریٹ پینے والوں کو عمارت سے باہر ایک خاص فاصلے تک سگریٹ پینے کی اجازت نہیں ہوتی۔ بہت سی ریاستیں ایک عشرہ پہلے تک تمباکو نوشی کے خلاف منظور ہونے والے اِسی وفاقی قانون پر نہ صرف یہ کہ عمل کر رہی ہیں بلکہ کچھ ریاستوں نے اور بھی زیادہ سخت ضوابط نافذ کیے ہیں۔ ایسے اسپتالوں اور کمپنیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے جو تمباکو نوشی کرنے والوں کو ملازم نہیں رکھتیں۔ ریاست ٹینسی کے میموریل اسپتال میں اب ملازمت کے خواہش مند افراد کا باقاعدہ لیبیاریٹری ٹیسٹ کیا جاتا ہے۔ اگر اِس ٹیسٹ میں نکوٹین کی نشان دہی ہو جائے تو اُس کا مطلب ہے کہ ملازمت سے انکار کر دیا جاتا ہے۔ طبی ماہرین ایک طویل عرصے سے لوگوں کو

تمباکو نوشی ترک کرنے کے بارے میں بتا رہے ہیں،
لیکن اگر امریکا کی طرح دنیا بھر میں سماجی طور پر
بھی سگریٹ نوشی کو روکا جائے تو یقینی طور پر
سگریٹ پینے والوں کی تعداد میں نمایاں کمی ہوگی۔
عالمی ادارۂ صحت کا کہنا ہے کہ تمباکو نوشی دنیا بھر
میں موت کا سبب بننے والی آٹھ اہم وجوہات میں سے چھ
میں سب سے زیادہ خطرے کی وجہ سمجھی جاتی ہے۔
عالمی ادارۂ صحت کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہر سال تمباکو
نوشی کرنے والے کم از کم 50لاکھ افراد پھیپھڑوں کے
سرطان، دل کے امراض اور دوسری وجوہات کی بنا پر
انتقال کرجاتے ہیں۔ ادارے کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر یہی
رجحان جاری رہا، تو سنہ 2030 میں تمباکو نوشی سے
منسلک وجوہات کی بنا پر مرنے والوں کی تعداد بڑھ کر
کم از کم 80لاکھ تک پہنچ جائے گی۔ ہم میں سے کوئی
بھی اِن اعداد و شمار کا حصہ ہو سکتا ہے، کیونکہ اپنے
گھر سے آغاز کیا جائے۔ اپنے بچوں کو شروع سے ہی
تمباکو نوشی کے خطرات کے بارے میں بتائیے اور اِس

بات کی خبر رکھیئے کہ کہیں وہ چھپے چوری سگریٹ تو نہیں پیتے۔ بچوں کو روکنے کا سب سے بڑا طریقہ یہ ہے کہ بڑے اُن کے سامنے سگریٹ نہ پئیں۔ بھوٹان دنیا کا وہ واحد ملک ہے جہاں تمباکو کی خرید و فروخت پر پابندی عائد ہے۔)

، خواب آور ادویات (خواب آور ادویات سے مراد ایسی دوائیں ہیں جن کے استعمال سے بغیر نیند کے جاگتا ہوا آدمی عجیب و غریب خواب دیکھنے لگتا ہے۔ ایسی اشیاء کہلاتی ہیں۔ اس کی psychedelics یا hallucinogens سب سے اچھی مثال ایل ایس ڈی (Lysergic Acid Diethylamide) ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کے استعمال کے بعد آدمی کو رنگ سنائی دیتے ہیں جبکہ آواز دکھائی دیتی ہے۔ یعنی یہ دوا آدمی کے تاثرات ، خیالات اور جذبات کو بدل دیتی ہے۔

، کوکین (cocaine کے استعمال سے تھکن ختم ہو جاتی ہے اور انسان میں ،توانائی ہوشیاری اور جوش میں اضافہ ہوتا ہے۔ وقتی

طور پر آدمی کی کاکردگی بڑھ جاتی ہے لیکن کوکین کا
جب اثر ختم ہوتا ہے تو شدید تھکن اور نیند آتی ہے اور
لمبے آرام کی ضرورت پڑتی ہے ورنہ صحت سخت متاثر
localہوتی ہے۔ کسی زمانے میں کوکین واحد
دوا ہوا کرتی تھی جسے ڈاکٹر مریضوں پر anesthetic
چھوٹی جراحی یا دانت نکالنے کے لیے استعمال کیا کرتے
کے پودے cocaتھے کیونکہ کوکین قدرتی طور پر
سے حاصل ہوتی ہے جو جنوبی امریکا میں وافر
دستیاب ہے۔

(بے ضرر چیز سمجھی جاتی ہےCoffee،کافی (
مگر اگر کوئی آدمی 200 کپ کافی مسلسل پی لے تو
کی وجہ سے مر جائے caffeine
گا۔

) کےPapaver somniferum• ،افیم(افیم کے پودے (
) پر چاک لگانے سے جو دودھ نماpoppyڈوڈے (
رس نکلتا ہے اس سے افیم حاصل ہوتی ہے۔ 1804ء میں
پہلی دفعہ افیم سے مورفین جدا کی

) ایک درد کش دوا Morphineگئی-مورفین (انگریزی:
ہے، جس کا تعلق افیون کے خاندان سے ہے- یہ قدرتی
طور پر بہت سے جانوروں اور پودوں میں پائی جاتی ہے-
ہے - C17H19NO3مرفین کی کیمیائی فارملا
کے بارے میں Opiumعربی میں افیم اور انگریزی میں
ریختہ ڈکشنری اسطرح رقمطراز ہے ۔ خشخاش کے
ڈوڈے کا جما ہوا رس جو سیاہ اور جو مزے میں تلخ ہوتا
ہے، (کم کھائیں تو نشہ آور، ذیادہ کھالیں تو مہلک زہر)
افیم کے کچھ نقصانات ہیں جو اسطرح ہیں ۔

Nausea ,vomiting ,lightheadedness ,dizziness, drowsiness, or constipation may occur , mental/mood changes (such as agitation, confusion ,hallucinations),
severe stomach/abdominal pain, difficulty urinating , fainting ,seizure, slow/shallow breathing, severe drowsiness/difficulty waking up.

آمریکا میں fentanyl، فینٹانل (افیم سے بنا ایک مرکب
آج کل بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے کیونکہ اس کا اثر بڑی
افیم، کوڈین، ہیروئن Fentanylجلدی شروع ہو جاتا ہے۔
وغیرہ سے بہت زیادہ طاقتور ہے۔ صرف 2021ء میں
امریکا میں اس سے ہونے والی اموات 70 ہزار سے زیادہ
تھیں ۔ اتنے لوگ تو 911 کے حملے میں بھی نہیں مرے
تھے۔ 2010ء سے 2023ء تک امریکا میں فینٹانل کے
کے واقعات میں 50 گنا اضافہ ہوا ہے ۔) overdose
(ایمفیٹمین، **Amphetamine**

/æm'fɛtəmiːn/

) contracted from alpha-methylphenethylamine (is a central nervous system) CNS (stimulant that is used in the treatment of attention deficit hyperactivity disorder) ADHD ,(narcolepsy, and obesity. Amphetamine was discovered as a chemical in 1887 by Lazăr Edeleanu, and then as a drug in

the late 1920s. It exists as
two enantiomers :levoamphetamine and dextro amphetamine .*Amphetamine* properly refers to a specific chemical, the racemic free base, which is equal parts of the two enantiomers in their pure amine forms. The term is frequently used informally to refer to any combination of the enantiomers, or to either of them alone. Historically, it has been used to treat nasal congestion and depression. Amphetamine is also used as an athletic performance enhancer and cognitive enhancer, and recreationally as
an aphrodisiac and euphoriant. It is
a prescription drug in many countries, and unauthorized possession and distribution of amphetamine are often tightly controlled due

to the significant health risks associated with recreational use.

Adverse effects

The Adverse effects

The adverse side effects of amphetamine are many and varied, and the amount of amphetamine used is the primary factor in determining the likelihood and severity of adverse effects .Amphetamine products such as Adderall, Dexedrine, and their generic equivalents are currently approved by the USFDA) the United States Food and Drug Administration (for long-term therapeutic use. Recreational use of amphetamine generally involves much larger doses, which have a greater risk of serious adverse drug effects than dosages used for therapeutic

purposes.

Physical

Cardiovascular side effects can include hypertension or hypotension from a vasovagal response ,Raynaud's phenomenon (reduced blood flow to the hands and feet) and tachycardia) increased heart rate .(Sexual side effects in males may include erectile dysfunction, frequent erections, or prolonged erections .Gastrointestinal side effects may include abdominal pain ,constipation ,diarrhea, and nausea. Other potential physical side effects include appetite loss ,blurred vision ,dry mouth ,excessive grinding of the teeth, nosebleed, profuse sweating ,rhinitis medicamentosa (drug-induced nasal

congestion), reduced seizure threshold ,tics (a type of movement disorder), and weight loss. Dangerous physical side effects are rare at typical pharmaceutical doses.

Amphetamine stimulates the medullary respiratory centers, producing faster and deeper breaths .In a normal person at therapeutic doses, this effect is usually not noticeable, but when respiration is already compromised, it may be evident .Amphetamine also induces contraction in the urinary bladder sphincter, the muscle which controls urination, which can result in difficulty urinating. This effect can be useful in treating bed wetting and loss of bladder control .The effects of amphetamine on the gastrointestinal

tract are unpredictable. If intestinal activity is high, amphetamine may reduce gastrointestinal motility) the rate at which content moves through the digestive system ;(however, amphetamine may increase motility when the smooth muscle of the tract is relaxed .Amphetamine also has a slight analgesic effect and can enhance the pain relieving effects of opioids. USFDA-commissioned studies from 2011 indicate that in children, young adults, and adults there is no association between serious adverse cardiovascular events (sudden death ,heart attack, and stroke) and the medical use of amphetamine or other ADHD stimulants.[sources 6] However, amphetamine pharmaceuticals are contraindicated in

individuals with cardiovascular disease. adverse side effects of amphetamine are many and varied, and the amount of amphetamine used is the primary factor in determining the likelihood and severity of adverse effects. Amphetamine products such as Adderall, Dexedrine, and their generic equivalents are currently approved by the USFDA for long-term therapeutic use. Recreational use of amphetamine generally involves much larger doses, which have a greater risk of serious adverse drug effects than dosages used for therapeutic purposes.

Physical

Cardiovascular side effects can include hypertension or hypotension from a vasovagal response ,Raynaud's

phenomenon (reduced blood flow to the hands and feet), and tachycardia (increased heart rate). Sexual side effects in males may include erectile dysfunction, frequent erections, or prolonged erections .Gastrointestinal side effects may include abdominal pain ,constipation ,diarrhea, and nausea .Other potential physical side effects include appetite loss ,blurred vision ,dry mouth ,excessive grinding of the teeth, nosebleed, profuse sweating ,rhinitis medicamentosa (drug-induced nasal congestion), reduced seizure threshold ,tics (a type of movement disorder), and weight loss .Dangerous physical side effects are rare at typical pharmaceutical doses.

Amphetamine stimulates the medullary

respiratory centers, producing faster and deeper breaths .In a normal person at therapeutic doses, this effect is usually not noticeable, but when respiration is already compromised, it may be evident .Amphetamine also induces contraction in the urinary bladder sphincter, the muscle which controls urination, which can result in difficulty urinating .This effect can be useful in treating bed wetting and loss of bladder control. The effects of amphetamine on the gastrointestinal tract are unpredictable .If intestinal activity is high, amphetamine may reduce gastrointestinal motility) the rate at which content moves through the digestive system ;(however, amphetamine may increase

motility when the smooth muscle of the tract is relaxed.Amphetamine also has a slight analgesic effect and can enhance the pain relieving effects of opioids. USFDA-commissioned studies from 2011 indicate that in children, young adults, and adults there is no association between serious adverse cardiovascular events (sudden death ,heart attack, and stroke) and the medical use of amphetamine or other ADHD stimulants .However, amphetamine pharmaceuticals are contraindicated in individuals with cardiovascular disease.

Psychological

At normal therapeutic doses, the most common psychological side effects of amphetamine include increased alertness,

apprehension ,concentration, initiative ,self-confidence and sociability, mood swings (elated mood followed by mildly depressed mood ,(insomnia or wakefulness, and decreased sense of fatigue. Less common side effects include anxiety, change in libido ,grandiosity ,irritability, repetitive or obsessive behaviors, and restlessness; these effects depend on the user's personality and current mental state. Amphetamine psychosis) e.g ,.delusions and paranoia) can occur in heavy users .Although very rare, this psychosis can also occur at therapeutic doses during long-term therapy. According to the USFDA, "there is no systematic evidence" that stimulants produce aggressive behavior or hostility.

Amphetamine has also been shown to produce a conditioned place preference in humans taking therapeutic doses ,meaning that individuals acquire a preference for spending time in places where they have previously used amphetamine(.

اور دیگر بد عادتوں کا شکار ہو جاتے ہیں ۔ ان کے دوست کہتے ہیں کہ سگریٹ پی لو ۔یہ کوئی نشہ تھوڑی ہے ۔ پھر جب یہ بچے یا نوجوان سگریٹ شروع کر کے ایک لغو کام کرتے ہیں تو اس ڈگر پر چلتے چلتے شراب اور منشیات جیسی دیگر لغویات کی دلدل میں پھنستے چلے جاتے ہیں ۔

NDDTC

)National Drug Dependence Treatment

(Centre نے نشہ کو منع

کرنے کے لئے کچھ تجویزات پیش کرتے ہوئے یہ فرمایا

کہ جب کوئی تمباکو ،شراب یا اور کوئی نشہ کرنے کو
بولے تو

الف ۔ سیدھے منع کرنا

ب۔ منع کرنے کے کچھ کا دینا

ج۔ کوئی دوسرا سجھاؤ دینا

د۔ وہاں سے چلے جانا

کتنا اچھا رہتا اگر ہم اسلام (جو نعمتِ تامّہ ہے) کے
مطابق اپنی زندگی گزارتے اور خطیب الاممﷺ کاشف
الکرب ﷺ رافع الرتب ﷺ عزُّالعرب ﷺ فصیح اللّسان ﷺ
مطہّر الجنان ﷺ صاحب البیانﷺ صاحب البُرھان ﷺ کو اپنا
پیشوا اور رہبر و رہنما جانتے اور مانتے تو ہمیں آج
NDDTC اور UNODC

کی ضرورت نہ پڑتی ۔ کیونکہ جس نشے سے انسان کو
جانی اور مالی نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں۔ اس نشے کو تو
اسلام نے آج سے چودہ سو سال قبل ہی حرام قرار دے دیا
۔ اور شراب کو تو اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے نجس ،

ناپاک ، ام الخبائث ، ہر برائی کی کلید ، ہر شر کی جڑ ، تمام گناہوں کی ماں اور قابل نفرت شیطانی عمل قرار دیا ہے ۔ اور اسکے نقصانات بتا کر سختی سے اس سے مجتنب رہنے کا ارشاد فرمایا ہے ۔ اللہ تعالی قرآن مجید کے سورۃ المائدہ آیت نمبر 90 اور 91 میں ارشاد فرماتا ہے ۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ سورۃ المائدہ ، آیت نمبر 90

ترجمۂ کنز العرفان :

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور قسمت معلوم کرنے کے تیر ناپاک شیطانی کام ہی ہیں تو ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِۚ-فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۔ سورۃ المائدہ ۔ آیت نمبر ۔ 91

ترجمۂ کنز العرفان:

شیطان تویہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض وکینہ ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو کیا تم باز آتے ہو؟۔

تفسیر القرآن :

(إنّمَا الخَمرُ والمیسرُ ... :) یہ شراب کے سلسلے میں تیسرا اور آخری حکم ہے، جس کے بعد وہ قطعی حرام قرار دے دی گئی، اس سے پہلے دو حکم آچکے تھے، پہلا حکم سورۂ بقرہ (۲۱۹) میں اور دوسرا سورۂ نساء (۴۳) میں، مگر ان دونوں آیتوں میں قطعی حرمت کا ذکر نہیں تھا، اس لیے عمر بن خطابؓ " نے سورہ بقرہ اور سورۂ نساء کی آیات نازل ہونے کے بعد کہا : یا اللہ ! ہمارے لیے شراب کے بارے میں واضح حکم فرما۔ آخر صریح حرمت کی یہ آیت تین مزید چیزوں کی حرمت کے ساتھ اتری۔ [نسائی، الاشربۃ، باب تحریم الخمر [5542:

أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ السُّنِّيُّ قِرَاءَةً عَلَيْهِ فِي بَيْتِهِ قَالَ أَنْبَأَنَا الْإِمَامُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَحْمَدُ بْنُ شُعَيْبٍ النَّسَائِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى قَالَ أَنْبَأَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى قَالَ أَنْبَأَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ أَبِي مَيْسَرَةَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ قَالَ عُمَرُ اللَّهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شَافِيًا فَنَزَلَتْ الْآيَةُ الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ فَدُعِيَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ فَقَالَ عُمَرُ اللَّهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شَافِيًا فَنَزَلَتْ الْآيَةُ الَّتِي فِي النِّسَاءِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى فَكَانَ مُنَادِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقَامَ الصَّلَاةَ نَادَى لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى فَدُعِيَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شَافِيًا فَنَزَلَتْ الْآيَةُ الَّتِي فِي الْمَائِدَةِ فَدُعِيَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ فَلَمَّا بَلَغَ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ انْتَهَيْنَا انْتَهَيْنَا(سنن نسائی ۔ حدیث نمبر ۔ 5542

ترجمہ :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب کی حرمت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ عمر نے کہا : اے اللہ !

ہمارے لیے ! شراب کے بارے میں واضح حکم بیان فرما تو وہ آیت اتری جو سورۂ بقرہ میں ہے ، پھر عمر بلائے گئے اور انھیں وہ آیت سنائی گئی تو عمر نے کہا : اے اللہ ہمارے لیے شراب کے بارے میں (مزید) واضح بیان فرما ۔ پھر وہ آیت اتری جو سورۂ نساء میں ہے :'' اے ایمان والو ! تم نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ ۔'' رسول اللہ ﷺ کا مؤذن نماز کے قیام کے وقت یہ اعلان کرتا تھا کہ '' نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ ۔'' پھر عمر (رضی اللہ عنہ) کو بلا کر ان پر یہ آیت پڑھی گئی تو انھوں نے کہا : اے اللہ ! شراب کے بارے میں مزید واضح حکم فرما ۔ پھر وہ مائدہ والی آیت اتری (جو باب میں درج ہے) تو عمر (رضی اللہ عنہ) کو بلا کر ان پر پڑھی گئی ۔ جب ان الفاظ تک پہنچے '' تو کیا تم باز آؤ گے ؟ '' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا : ہم رک گئے ۔ ہم رک گئے ۔

شراب کے بارے میں صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمیؒ بہار شریعت کے حصہ نہم کے باب : (شراب پینے کی حد کا بیان) میں فرماتے ہیں۔ شراب پینا حرام ہے ۔ اور اس کی وجہ سے بہت سے گناہ پیدا ہوتے ہیں۔ لہذا اگر اسکو معاصی اور بے حیائیوں کی اصل کہا جائے تو بجا ہے ۔ انکا کہنا ہے کہ احادیث میں اس کے پینے پر نہایت سخت وعیدیں آئی ہیں۔ وہ چند احادیث کا ذکر کرتے ہیں :

1۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ نَافِعٍ، عَنْ الْحَسَنِ بْنِ عَمْرٍو الْفُقَيْمِيِّ، عَنْ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ وَمُفَتِّرٍ .

(ابو داؤد ، حدیث نمبر : 3686)

ترجمہ :

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر نشہ آور اور سستی لانے (سن کر دینے) والی اشیا سے منع فرمایا ہے ۔

2 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَجُلًا قَدِمَ مِنْ جَيْشَانَ وَجَيْشَانُ مِنْ الْيَمَنِ فَسَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَرَابٍ يَشْرَبُونَهُ بِأَرْضِهِمْ مِنْ الذُّرَةِ يُقَالُ لَهُ الْمِزْرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَ مُسْكِرٌ هُوَ قَالَ نَعَمْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ إِنَّ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَهْدًا لِمَنْ يَشْرَبُ الْمُسْكِرَ أَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا طِينَةُ الْخَبَالِ قَالَ عَرَقُ أَهْلِ النَّارِ أَوْ عُصَارَةُ أَهْلِ النَّارِ

(صحیح مسلم ، حدیث نمبر : 2002)

ترجمہ:

ابوزبیر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک شخص جیشان سے آیا ، جیشان یمن میں ہے ، اس نے نبی ﷺ سے اپنی سرزمین کے ایک مشروب کے متعلق سوال کیا جس کو مکئی سے بنایا جاتا تھا ، اس کا نام مزر تھا ، نبی ﷺ نے پوچھا :'' کیا وہ نشہ آور ہے ؟'' اس نے کہا : جی ہاں ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :'' ہر نشہ

آور چیز حرام ہے ، بلاشبہ اللہ عزوجل کا (اپنے اوپر یہ) عہد ہے کہ جو شخص نشہ آور مشروب پیے گا وہ اس کو طینۃ الخبال پلائے گا ۔‘‘ صحابہ نے عرض کی : اللہ کے رسول ! طینۃ الخبال کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا :’’ جہنمیوں کا پسینہ یا (فرمایا :) جہنمیوں کا نچوڑ ۔‘‘

3- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ وَائِلٍ الْحَضْرَمِيِّ أَنَّ طَارِقَ بْنَ سُوَيْدٍ الْجُعْفِيَّ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْخَمْرِ فَنَهَاهُ أَوْ كَرِهَ أَنْ يَصْنَعَهَا فَقَالَ إِنَّمَا أَصْنَعُهَا لِلدَّوَاءِ فَقَالَ إِنَّهُ لَيْسَ بِدَوَاءٍ وَلَكِنَّهُ دَاءٌ

(صحيح مسلم ، حديث نمبر : 1984)

ترجمہ :

حضرت طارق بن سوید جعفی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے شراب (بنانے) کے متعلق سوال کیا ، آپ نے

اس سے منع فرمایا یا اس کے بنانے کو ناپسند فرمایا ، انھوں نے کہا : میں اس کو دوا کے لئے بناتا ہوں ، آپ ﷺ نے فرمایا :’’ یہ دوا نہیں ہے ، بلکہ خود بیماری ہے -‘‘

صرف قرآن و حدیث ہی نہیں بلکہ انجیل نے بھی شراب کی حِلَّت پہ نہیں بلکہ اسکی حُرمَت پہ بیان کیا ہے - New International Version کے مطابق باب : Ephesians ، چیپٹر نمبر : 5 ، ورس نمبر : 18 میں یوں بیان کیا گیا ہے -

" Do not get drunk on wine , which leads to debauchery . "

ریختہ ڈکشنری کے حوالے سے ڈباچری کے معنی فجور یا شہوت پرستی کے ہیں -

گویا کہ ایک تو شراب سے احتراز کرنے کا حکم دیا گیا دوسرا یہ کہ اگر کسی نے شراب نوشی کی تو اسکو ان گننت نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا ۔ تفسیر صراط الجنان کے حوالے سے درج ذیل شراب نوشی کے چند وہ نتائج ہیں جو پوری دنیا میں نظر آ رہے ہیں -

1)...شراب نوشی کی وجہ سے کروڑوں افراد مختلف مُہلک اور خطرناک امراض کا شکار ہو رہے ہیں۔

(2)... لاکھوں افراد شراب نوشی کی وجہ سے ہلاک ہو رہے ہیں۔

حال ہی

(3)...زیادہ تر سڑک حادثات شراب پی کر گاڑی چلانے کی وجہ سے ہو رہے ہیں۔

(4)...ہزاروں افراد شرابیوں کے ہاتھوں بے قصور قتل وغارت گری کا نشانہ بن رہے ہیں۔

(5)...لاکھوں عورتیں شرابی شوہروں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتی ہیں۔

(6)...لاکھوں عورتیں شرابی مردوں کی طرف سے جنسی حملوں کا شکار ہو رہی ہیں۔

(7)...والدین کی شراب نوشی کی وجہ سے زندگی کی توانائیوں سے عاری اور مختلف امراض میں مبتلا بچے پیدا ہو رہے ہیں۔

(8)... لاکھوں بچے شرابی والدین کی وجہ سے یتیمی اور اسیری کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔

(9)...شرابی شخص کے گھر والے اور اہل و عیال ا س کی ہمدردی اور پیار و محبت سے محروم ہو رہے ہیں-

(10)...ان نقصانات کے علاوہ شراب کے اقتصادی نقصانات بھی بہت ہیں کہ اگر شراب کی خرید و فروخت اور امپورٹ ایکسپورٹ سے حاصل ہونے والی رقم اور ان اخراجات کا موازنہ کیا جائے جو شراب کے برے اثرات کی روک تھام پر ہوتے ہیں تو سب پرواضح ہو جائے گا کہ شراب سے حاصل ہونے والی آمدنی ان ا خراجات کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں جو اس کے برے نتائج کودور کرنے پر ہو رہے ہیں ،مثال کے طور پر شراب نوشی کی وجہ سے ہونے والی نفسیاتی اور دیگر بیماریوں کے علاج، نشے کی حالت میں ڈرائیورنگ سے ہونے والے حادثات، پولیس کی گرفتاریاں اور زحمتیں ، شرابیوں

کی اولاد کے لئے پرورش گاہیں اور ہسپتال، شراب سے متعلقہ جرائم کے لئے عدالتوں کی مصروفیات، شرابیوں کے لئے قید خانے وغیرہ امور پر ہونے والے اخراجات دیکھے جائیں تو یہ شراب سے حاصل ہونے والی آمدنی سے کہیں زیادہ نظر آئیں گے اور ا س کے علاوہ کچھ نقصانات تو ایسے ہیں کہ جن کاموازنہ مال و دولت سے کیا ہی نہیں جا سکتا جیسے پاک نسلوں کی تباہی، سستی، بے راہ روی، ثقافت و تمدن کی پسماندگی، احساسات کی موت، گھروں کی تباہی، آرزوؤں کی بربادی اور صاحبانِ فکر افراد کی دماغی صلاحیتوں کا نقصان، یہ وہ نقصانات ہیں جن کی تلافی روپے پیسے سے کسی صورت ممکن ہی نہیں۔

مختصر یہ کہ ہمیں بچوں کی داشت و پرداخت کرنی چاہئے ۔ ان کے لئے کچھ نیم بنانے چاہئے ۔اور ان پر

عمل کرنی چاہئے ۔ ہمیں یہ جاننا بھی ضروری ہوتا ہے کہ بچوں کے دوست کون ہیں ۔وہ کس کے ساتھ اپنا وقت بتا رہے ہیں۔ اور کیسے بتا رہے ہیں ۔ یہ بچوں کو نشے سے دور رہنے میں مدد کرتا ہے ۔ اللہ تعالی ہمیں عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے اور شراب نوشی کے ساتھ ساتھ باقی مسکرات یا نشہ آور چیزوں کی آفتِ بد سے نجات عطا فرمائے ۔ آمین---

کچھ مصنف کے بارے میں
جناب محمد یونس بٹ(1991AD___) اصل میں کشمیری ادب کے
ساتھ وابستہ ہیں۔ لیکن اردو ادب کے ساتھ غایر دلچسپی ہونے کی وجہ سے
انہوں نے اردو زبان میں دو کتابیں تحریر کیں۔ زیر نظر کتاب سے پہلے انہوں نے
آتشفشاں دل کے نام سے ایک کتاب اردو میں ہی شایع کی۔ جناب محمد یونس بٹ
نے بہت عرق ریزی سے یہ کتاب یعنی مقالات یونس ایک سال میں مکمل
کی۔ اس میں ایسے بھی ہیں اور مقالات بھی۔ نثر میں لکھی گیی یہ کتاب قارین و
سامعین کے دلوں میں کتاب پڑھنے کا شوق پیدا کرے گی۔ اس میں عمدہ عنوانات
کے تحت عمدہ مضمون (مقالہ یا انشایہ) لکھے گئے۔ دور جدید کے حالات پیش
نظر رکھتے ہوئے کتاب میں مختلف عنوانات درج کئے گئے۔ الغرض جناب محمد
یونس بٹ ایک باہوش اور سنجیدہ قلم کار ہیں۔ انکے قلم کی نوک سے ہمیں یہی
معلوم ہوتا ہے کہ وہ نقاد، شاعر اور محقق ہیں۔
باقی وسلام
ادب سے مستفید ہونے والی
مسز نیلوفر علی
پرنسپل، ایچ -ای۔ ای۔ اے
یورخوشی پورہ
قاضی گنڈ، اننت ناگ، کشمیر